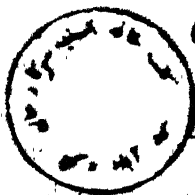
بعونہ

کتاب العطایا

جس مین عطیہ اراضی بیت المال کے مختلف پہلوؤن پر محققانہ بحث کیگئی ہے
اور ہر مسئلہ کے وجہ ثبوت مین معتبر فتاوؤن اور مستند فقہی کتابون سے
خلفائے راشدین کے مختار طریق عمل کے نظایر اور مشاہیر آئمہ احناف
کے صحیح صحیح اقوال پیش کرد ئیے ہین



مؤلفہ

مصنفہ محقق وحید العصر صاحب تفسیر روح الایمان فی تشریح آیات القرآن مولنا
مولوی محمد فتح الدین صاحب ازبر الخوشابی سلمہ الرحمان حسب ارشاد محب علم
(پنجاب)
و اہل علم السید النجیب عالیجناب مولنا المولوی میر احمد شریف صاحب وکیل مجالس عالیہ
سرکار آصفیہ۔ اللھم انصرہ و انصر عساکرہ اینما کان

سنہ ۱۳۲۹ھ

مطبع اختر دکن واقع افضل گنج حیدرآباد دکن مین
طبع ہوئے

فہرست مضامین کتاب العطایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَكَ الْحَمْدُ مَالِكَ الْمُلْكِ عَزِيْزَ الْغَفَّارِ - وَعَلَيْكَ الصَّلٰوةُ مَنْ فَاضَتْ مِنْ نُوْرِهٖ جَمِيْعُ الْاَنْوَارِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ صَلٰوةً دَائِمَةً بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ -

باعث تالیف

میرا فرض منصب اور شغل معہود تفسیر روح الایمان فی تشریح آیات القرآن ہی کی تالیف و تصنیف ہے جسکی تکمیل کے لیے مین نے اپنے اوقات کو وقف کر رکھا ہے اور لفضلہ اسکو چند پارے تو بالکل مکمل ہو چکے ہین اور بقیہ بھی قریب الاختتام ہین چنانچہ اسکے طبع کے لیے بعض محترم احباب خاص طور پرستی بھی کر رہے ہین جنکی عنایت اور خلوص کا تہ دل سے مین شکریہ ادا کرتا ہون -

عالیجناب مولنا مولوی میر احمد شریف صاحب - کہ اس کار خیر سے خاص دلچسپی رکھتے ہین - الغرض امداد طبع تفسیر آپ نے یہ تحریک کی تھی کہ دولت علیہ آصفیہ مین چونکہ کثرت سے اقطاعات اراضی و نقد و یومیہ اہل حق کو عطا کیا جاتا ہے اور انکے تنازعات کے تصفیہ مین فقہی احکام کی ضرورت ہوتی ہے اگر کوئی مختصر جامع رسالہ انعام شاہی کے متعلق لکھا جائے اور اس مین فقہا کی اقوال کا خاص اہتمام کیا جائے تو علاوہ اسکے کہ اہل ملک کو اس سے فائدہ پہونچیگا - اشاعت تفسیر مین بھی اس سے اعانت کی امید کیجا سکتی ہے - فہذہ عجالۃ الوقت - اور چونکہ اس کتاب کی تالیف کے محرک جناب ممدوح ہین لہذا بالتخصیص آپکا ذکر کیا گیا ہے (مولف)



اصطلاحات

۱- عطا } اہلِ لشکر وغیرہ مستحقین بیت المال کے نام پر دفتر میں جو کچھ از قسم نقد و جاگیر وغلہ لکھا جاتا ہے اُسے عطا کہتے ہیں - خصوصًا وہ مال یا نقد کہ بطور سالانہ یا ششماہی دیا جاتا ہے طحطاوی صفحہ ۴۸ ج-۲

۲- رِزق و جامکیہ } یہ اُس نقد کا نام ہے جو بطور مشاہرہ اہل لشکر کو دیا جاتا ہے

۳- اقطاع - بر - صِلہ - صدقہ - احسان - انعام - جاگیر - معافی - معاش - ارضا } اُس اراضیٔ بیت المال کو کہتے ہیں جو سلاطینِ وقت مستحقین بیت المال کو عطا کرتے ہیں - اُفتادہ زمین ہو خواہ مزروعہ - طحطاوی صفحہ ۴۶ ج-۲

۴- انعام مؤبد و مُخلّد } اس دائمی اِنعام وعطیۂ اراضیٔ بیت المال کو کہتے ہیں جو معطیٰ لہٗ کے لئے بمنزلہ مِلک شمار کیا جاتا ہے اور وہ اس میں ہر طرح سے مالکانہ تصرّف کر سکتا ہے (صدریہ)

۵- مدد معاش } اس انعام کو کہتے ہیں جس میں معطیٰ لہٗ فقط منافعِ اراضیٔ عطا شدہ کا مستحق

تصور کیا جاتا ہے۔ اور قبضہ زمین پر مالکانہ تصرف نہیں کرسکتا۔ (صدریہ)

۶۔ آیمہ یہ وہ عطیہ ہے جو خاد مین مسجد خصوصاً امام مسجد کے نام پر جاری ہوتا ہے یہ ایک حقیت معافی قابل انتقال بادشاہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے (صدریہ)

حقیت زمین

شرع اسلام کے بموجب زمین کی ملکیت مندرجہ ذیل نو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے۔

(۱) غیر مملوکہ زمین پر قبضہ کر لینے سے جبکہ وہ کسی خاص شخص یا حکومت کی نگرانی میں نہو[۵]

(۲) افتادہ و بنجر زمین آباد کر لینے سے جبکہ اس میں کسی دوسرے شخص کا ضرر اور نقصان نہو۔ یا جبکہ وہ حاکم وقت کی منظوری سے ہو۔ قَالَ اَبُو یوسف الارضُ المُواتُ الّتِی لاَحقّ لِاَحدٍ وَلاَ مِلکٌ فَمَنْ اَحْیَاھَا فَھِیَ کَذٰلِکَ فَھِیَ لَہٗ وَعَنْ عُمَرَ ابْنِ الخطّاب رضی اللہ عنہ قَالَ عَلَی المِنْبَرِ مَنْ اَحْیَا اَرضًا مَیتۃً فَھِیَ لَہٗ (کتاب الخراج لابی یوسف)

(۳) معاہدہ سے جو قبل از فتح کسی ملک کے باشندوں کے ساتھ کیا جاتا ہے جسطرح

۵۔ شلاً دیہات کے ابتدائ آباد ہوتے وقت ایک قطعہ زمین پر کوئی شخص قبضہ کر لے اس قسم کے شخص کا وہی رتبہ ہے جو ابتدا میں انسان کو حاصل تھا کہ وہ زمین کا مالک ہے لیکن اگر وہ کسی سلطنت کی نگرانی یا حراست میں ہے تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بدون اجازت حاکم وقت زمین پر قبضہ کرنے والا شخص اسکا مالک نہیں ہوسکتا۔ خراج ابی یوسف (مولف)

کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بعض قومون[۵۱] سے ہوا تھا اسکے بعد کہ انہون نے ایک خراج معین ادا کرنا منظور کرلیا تھا۔

(۴) خرید یا تبادلہ یا کسی دوسرے باہمی معاہدہ کے روسے مثلاً مہر کے عوض زمین کا دیدینا۔

(۵) ہبہ سے (۶) وراثت[۵۲] سے (۷) وقف[۵۳] سے

(۸) فتحمند لشکر کے درمیان محاربین کی مفتوحہ زمین تقسیم ہوجانے سے مثل اراضیات[۵۴] خیبر واموالِ بنی نضیر۔

---

[۵۱] مثل معاملہ اہل فدک۔ خیبر کے فتح ہوجانے کے بعد اہل فدک نے بواسطہ کسفارۂ محیصۃ بن مسعود نصف اراضیات ونصف نخل کے دیدینے پر صلح کی تحریک کی تھی چنانچہ وہ منظور ہوئی پھر یہ نصف جو رسول اکرم علیہ السلام کا حصہ تھا بطور معاملہ اہل فدک ہی کو دیدیا گیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو جلائے وطن کیا ہے اسوقت آپ کے حکم سے تمام اراضیات و باغات فدک کی قیمت جانچی گئی تھی۔ جسکا نصف (ساٹھ ہزار درم) انکو دیدیا گیا قیمت کی جانچ کرنے والے مالک بن التیہان وسہل ابن ابی حثیمہ اور زید بن ثابت تھے (فتوح البلدان) مولف

[۵۲] وراثت۔ تمام کفار آپس مین ایک دوسرے کے ترکہ کے وارث بن سکتے ہین گو ان کا مذہب کچھ ہی ہو۔ مگر ان مین سے کوئی ایک مسلمان کے ترکہ کا مالک نہین ہوسکتا اور نہ مسلمان اسکے ترکہ کا۔ (رسالہ حقیت زمینداری)

[۵۳] حقیت وقف بلحاظ منافع کے تو کامل ہے مگر جس شخص کو دیجاتی ہے اسکو اس کے ذریعہ سے ملکیت کامل حق حاصل نہین ہوتا لیکن وقف کرنیوالیکا حق ملکیت اسکے باعث سے ساقط ہوجاتا ہے (مولف)

[۵۴] خیبر کے آٹھ قلعون مین سے دو قلعہ وطیح وسلالم بطور صلح فتح ہوئے ہین اور باقی بزور شمشیر لہذا

(۹) مفتوحہ باشندون پر خراج ومحصول جزیہ قرار دینے سے بعد اس کے کہ اُن کو

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۔ سرور کائنات نے وطیح وسلالم بطریق صلح فتح اور تیسرا قلعہ کتیبہ بطریق خمس لیکر باقی ماندہ پانچ قلعون { ناعم و قموص ونطاۃ وحصن صعب ابن معاذ۔ دشق } کو معہ وادی سریر و وادی خاص کے فاتحین خیبر مین تقسیم کر دیا تھا۔

ایسے ہی آنجناب علیہ السلام نے اموال بنی نضیر کو مہاجرین اوّلین وبعض انصار فاتحین مین تقسیم فرما دیا تھا یا مین بن عمیر اور ابی سعید بن وہب کی اراضیات اس سے مستثنا ہین کیونکہ یہ دونون حضرات قبل فتح مشرّف باسلام ہو چکے تھے اور کچھ زمین سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات نے اپنے قبضہ مین بھی رکھ لی تھی جسکی آمد آنجناب کے ازواج مطہرات کے نفقہ مین صرف ہوتی تھی اور آنجناب علیہ السلام کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکی تولیت حضرت عباس رضی اللہ عنہ وحضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو عنایت فرمائی تھی لیکن بعد مین جب دفتر قایم ہوا اور مستحقین کے استحقاق کی جانچ وپڑتال کی گئی اور ہر ایک کا نام دفتر مین لکھا گیا تو یہ قرار پایا کہ ہر ایک مستحق کو بیت المال مین سے نقد مشاہرہ دیا جایا کرے۔ چنانچہ مہاجرین اوّلین کے لیئے جو بدر مین شریک تھے سالانہ پانچ پانچ ہزار درہم مقرر ہوئے جن مین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ وحضرت عثمان رضؓ وطلحہ وزبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف ہین اور حضرت عمرؓ نے اپنے لیئے بھی اُنکے ساتھ پانچہزار درہم مقرر کیئے اور حضرت امام حسینؓ وامام حسن رضی اللہ عنہما کو بوجہ قرابت رسول اللہ اسی درجہ مین شریک فرمایا۔ لیکن حضرت عباس رضؓ کو فضیلت دیکر اُن کے لیئے سات ہزار درہم مقرر فرمائے اور ازواج مطہرات کے لیے دس دس ہزار درہم۔ مگر حضرت عائیشہ رضی اللہ عنہ کے لیئے بارہ ہزار درہم مقرر فرمائے اور انہین کے ساتھ ملحق کیا۔ جویرہ بنت حارث اور

اپنی اپنی زمینوں پر رہنے کی اجازت دی جائے - مثل اہالیان صوبۂ عراق[۵۱] -

بقیہ نوٹ صفحہ ۶ - صفیہؓ بنت حی کو - اس جدید انتظام کے بعد اخراج ازواج مطہرات کے لیئے جو زمین دیگئی تھی وہ بیت المال مین شامل کرلی گئی اور بقیہ حضرت علی کرم کی کفالت مین بحالہٖ قایم رکھی گئی تھی بعد ازان حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اسکے متولی بنائے گئے - فتوح -

۵۱ امام وقت جب کسی ایسے شہر یا ملک (جو پابندی شرایۂ اسلام سے انکار کرتا ہے) کو بزور شمشیر فتح کرلیتا ہے تو محاربین کے تمام وہ حقوق جو لڑائی کے قبل انکو حاصل تھے معلق رہجاتے ہین اگر امام وقت مفتوحہ باشندونکو بطور ذمیون کے آباد رہنے دے تو وہی انکے حقوق سابق بحال اور ازسر نو قایم ہوجاتے ہین اور کوئی تغیر و تبدل انکے حقوقِ ملکیت مین (جو قبل از فتح انکو حاصل تھے) نہین واقع ہوتا - اور اگر وہ محاربین کو اراضی مفتوحہ سے بیدخل کردے اور ملک کو فتح مند لشکر مین تقسیم کردے تو مفتوحہ باشندون کے حقوقِ ملکیت اس سے بالکل زائل ہوجاتے ہین - اور وہ زمین فاتحین اسلام کے ملک مین آجاتی ہے - جیسے پیغمبر علیہ السّلام کے زمانہ مین خیبر کی زمین فاتحین خیبر مین تقسیم کردی گئی تھی - لیکن اگر اہل ملک امام سے نہ لڑین اور بطور صلح خراج وجزیہ دینا قبول کرلین اور وہ بادشاہ یا سلطنت مقابلہ کرے جو ملک پر حکومت کرتی ہے - تو یہ ملک اس قسم کا مفتوحہ ملک نہین جو فتحمندون مین تقسیم ہوسکے - جیسے صوبہ عراق جب حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح ہوا - تو آپ نے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت مین (جو اسوقت خلیفہ تھے) عرضداشت بھیجی کہ فاتحین عراق اس صوبہ کے ضیاع کا تقسیم ہونا چاہتے ہین - اس کے جواب مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ جو غنیمت تمہارے لشکر مین آئی ہے اسکو مسلمانون مین تقسیم کردو - اور زمینونکو اور نہرون کو ان لوگون کے لیئے جو اسپر عامل (یعنی انپر مالکانہ تصرف رکھتے ہین) چھوڑدو - تاکہ مسلمانون کے لیے ایک عطیہ ہو - کیونکہ اگر تو ان مسلمانون مین جو موجود ہین تقسیم کردیگا

بیت المال اور اسکا مصرف

شاہی ملکی خزانہ کے لیئے شرعاً چار مدین مقرر ہین اور ہر ایک کا جداگانہ مصرف ہے۔

(۱) مد خمس۔ اس مد مین خمس غنائم اور معادن و خزائن مدفونہ کی آمد جمع کیجاتی ہے۔

نوٹ بقیہ صفحہ ۷۔ تو آیندہ مسلمانون کے لیئے کچھ باقی نہین رہیگا۔ میری رائے ہے کہ ان زمینون کے علوج تقسیم ہون اور ان پر خراج و جزیہ مقرر کیا جائے کہ وہ اسکو ادا کرتے رہین تاکہ مسلمانون کے لیئے اور لڑائی کے لیئے اور آیندہ مسلمانون کی اولاد کیلئے سرمایہ ہو یہ واقعہ ۱۶ھ کا ہے آہین اس شرط پر صلح ہوئی کہ اہل ملک اپنی اپنی زمینون پر بحالہ قایم رہین اور ہر سال ایک لاکھ درم ادا کیا کرین اور ہمیشہ مسلمانون کے مددگار و موافق رہین اور ان کے خلاف بغاوت نکرین صاحب فتوح البلدان کہتے ہین۔ یہ اول مال ہے جو عراق سے مدینہ منورہ مین پونچا ہے۔

خلاصہ مضمون واقع یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی تحریک پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ اسمین ایک گروہ نے اسپر گفتگو کی اور یہ چاہا کہ مفتوحہ زمین فاتحین مین تقسیم کردیجائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسکے خلاف مین تھے۔ اس مسئلہ کی تحقیق کے لیئے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین سے استفسار کیا اور بعد انصار مین کے دس آدمی بلائے اور ایک مجلس قایم کی جب تمام آدمی جمع ہوگئے تو آپ نے کہا کہ مین اپنی خواہش نفس پر عمل کرنا نہین چاہتا۔ اس معاملہ مین جو میری رائے ہے اس سے بعض دشل عثمانؓ و علیؓ مرتضیٰ و طلحہ بن زبیرؓ وغیرہ صحابہ نے اتفاق کیا ہے۔ تمہارے پاس کتاب الہی ہے۔ جو حق بات بتاتی ہے اور مین بھی وہی چاہتا ہون جو حق ہے تم نے ان لوگونکی باتین سنی ہین جو گمان کرتے ہین کہ مین انکا حق انکو نہ دینے اور لوگون کو دیدینے سے ان پر ظلم کرتا ہون اور مین ظلم کرنے سے خدا کی پناہ مانگتا ہون۔ جو کچھ ملک کسریٰ کے فتح کرنے سے

مصرف اسکا - یتامی - مساکین - ابن السبیل ہین - اس مصرف مین بنی ہاشم
کو غیر پر ترجیح ہے - درمختار ص۲۱۱ نولکشور و غایۃ ص۲۷۵ ج۲

بقیہ نوٹ صفحہ ۸ - مال اور اُن کی زمین اور انکے علوج ہمارے ہاتھ آئے ہین اور جو اُنکے
وارثون ہین .بوراثت پہونچے تھے انکو مین نے تقسیم کردیا ہے اور خمس اس مین سے لیا ہے - اور یہ
خیال کرتا ہون کہ - مین اُنکے علوج تقسیم نہون اور اُن پر خراج و جزیہ مقرر کیا جاے کہ وہ اسکو دیتے
ہین - تم ان گھاٹیون اور قلعون کو دیکھتے ہو جنکی حفاظت کے لیے لوگون کا متعین کرنا ضروری ہے اور
تم بڑے بڑے شہرونکو اور ملک شام الجزیرہ اور مصر کو بھی دیکھتے ہو جن کو لشکرون سے بھرے رکھنے
کی ضرورت ہے - اور اس لشکر کا وظیفہ دینا ضروری ہے - پھر اگر یہ زمین اور علوج تقسیم ہو جاینگے تو
ان لوگون کو وظیفہ کہان سے دیا جائیگا - اسپر تمام لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی راے سے متفق ہو گئے
پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھکو میری راے کے درست ہونے پر قرآن شریف سے ایک دلیل ملی ہے اور
انھون نے (آیتہ فے[1]) کو پڑھا جسکا مطلب یہ ہے کہ جس زمین پر تم نے اونٹون اور گھوڑون کو نہین

[1] آیتہ فے - قال اللہ تعالی - وَمَا اَفَاءَ اللہُ عَلٰی رَسُولِہٖ مِنْہُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَلَا رِکَابٍ
وَلٰکِنَّ اللہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ وَاللہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر - کہ جو کچھ خدا نے اپنے پیغمبر
کو ان لوگون سے دلوایا - تو تم لوگ اسپر اونٹ یا گھوڑے دوڑانے نہین گئے تھے - لیکن خدا اپنے پیغمبر
کو جسپر چاہتا ہے مسلط کرتا ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے - آیتہ دوم مَا اَفَاءَ اللہُ عَلٰی رَسُولِہٖ مِنْ اَہْلِ
الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَلِلْفُقَرَاءِ الْمُہَاجِرِیْنَ الَّذِیْنَ
اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ وَالَّذِیْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِہِمْ - ترجمہ جو جائداد یا زمین ہاتھ آئے (بطور صلح) وہ خدا
اور پیغمبر یتیمون - مسکینون اور مسافرون اور فقراے مہاجرین اور اُن سب لوگون کے لیے ہے جو آیندہ
(اسلام مین) آئینگے یعنی ایمان لائینگے - ۱۲

(۲) مُتَصدِّقات یعنی زکوٰۃ سوائم و محاصلِ اراضی عُشریہ - اور وہ آمدنی جو مسلمان تجاروں سے لی جاتی ہے -

بقیہ نوٹ صفحہ ۹ - دوڑایا اور تم اسپر مسلط ہوگئے ہو تو اُسکے اور منہ بستہ مقرر ہیں تاہم عوضانکا یہی قسم کی تقسیم یعنی اس قسم کی مفتوحہ زمین تقسیم نہیں ہوسکتی اسکے بعد تمام صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی راے سے متفق ہوگئے اور ان میں کسی قسم کا اختلاف باقی نہ رہا -

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس تمام جھگڑے کی وجہ کو نہایت عمدہ طور پر بیان کیا ہے وہ کہتے ہین کہ اس اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ سلاطین فارس و سلاطین روم نے ان لوگوں پر جو ان ملکوں کی زمینوں کے مالک تھے تسلط کرلیا تھا اور ان سے خراج لیتے تھے اور وہ سلاطین خود ان زمینوں کے مالک اور ان زمینوں کی کھیتی کرنے والے نہ تھے اور نہ اسکے باپ دادا سے انکو وراثت پہونچی تھین اور مسلمان انہین سلاطین متغلبین سے لڑے تھے یہان تک کہ انھون نے انکو سواد شام اور سواد عراق سے نکالدیا - مگر مالکان زمین اور اسکے علوج جو اسکو کاشت کرتے تھے اور انہین رہتے تھے اور اپنے باپ دادا سے وراثت مین پایا تھا - ان مین سے اکثرون نے مسلمانون سے صلح کرلی تھی اور خراج قبول کرلیا تھا اور ان مین سے بعضے سلطان روم اور فارس کے ساتھ ہوکر مسلمانون سے لڑے تھے اس سبب سے یہ معاملہ لوگون پر مشتبہ ہوگیا تھا - عوام نے یہ سمجھا کہ جب اس ملک مین لڑائی ہوئی ہے اسلیے وہ زمینین مال غنیمت ہین اور خواص لوگ سمجھ گئے تھے کہ لڑائی تو اُن سلاطین سے ہوئی تھی جنھون نے ان ملکون پر غلبہ اور تسلط کرلیا تھا مگر وہ لوگ جو زمینون کے مالک تھے اور ان مین رہتے تھے ان مین اکثرون نے مسلمانون سے صلح کرلی تھی اور مسلمانون نے اسکو صلح سے فتح کیا تھا بغیر اونٹون اور گھوڑون کے دوڑانے کے یلکہ اونٹ اور گھوڑے انہین لوگون پر دوڑاے تھے جن مین سلاطین نے ان پر تسلط کرلیا تھا

مصرف اسکا فقرا، ومساکین ۔ غازی و مجاہدین ہین جو احتیاج کی وجہ سے لشکر اسلام کے ساتھ مل نہین سکتے یا ناگہان لشکر سے پیچھے رہ گئے ہین اور طلبہ علم مسافرین ۔ عامل

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰ - اسلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ مین (آیۃ سے فے) بطور دلیل پڑھی تھی اور جن چند لوگون نے اپنی زمینون پر فارس اور روم کے لشکر کے ساتھ ملکر مسلمانون سے لڑائی کی تھی - انکی زمینین مال غنیمت تھین فتحمندونکو ان کی بابت بھی معاوضہ دلواکر وہ زمینین مالکان اول ہی کو واپس دلادین اور تمام صوبہ عراق کی ایک سی حالت ہوگئی یعنی مالکان اول ہی کی ملکیت قایم رہی
الغرض اگر کسی ملک کے بادشاہ سے لڑائی ہو اور اہل ملک اس مین شریک نہ ہون تو وہ ملک ایسا مفتوحہ نہین جو فتحمندون مین تقسیم ہو سکے بلکہ وہ بدستور اہل ملک کی ملکیت مین رہتا ہے ہان اہل ملک مین سے جو لوگ اس بادشاہ کے ساتھ ہوکر لڑین تو صرف انہین لوگون کی ملکیت پر زوال آسکتا ہے اور بادشاہ یا امام کو اختیار رہتا ہے کہ چاہے ان کی زمینون کو فتحمندون مین تقسیم کردے اور چاہے ان پر خراج وجزیہ مقرر کرکے انہین کے پاس رہنے دے ایسے ہی -
واقعات فتوحات ہندوستان (جبکہ مسلمانون نے اسکو فتح کیا ہے) پھر نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو لڑائی ہندوستان مین مسلمانون سے ہوئی ہے - وہ اس فرقہ سے ہوئی تھی جو ملک مین حکمران تھا نہ اہل ملک سے - پس جب راجہ کو شکست ہوئی اور تمام باشندگان ملک نے بغیر لڑائی کے اطاعت قبول کرلی - تو ہندوستان مین بھی بالکل وہی صورت پیش آئی جو صوبہ عراق مین پیش آئی تھی اور مسلمان فتحمندون نے ہندوستان مین اسی طریقہ پر عمل کیا ہے - جس پر صوبہ عراق مین عمل ہوا تھا - یعنی صرف لڑنے والون کی حقیقت ارضی معرض خطر مین پڑی تھی اور جو لوگ نہین لڑے ان کی ملکیت مین کچھ تغیر نہین ہوا - ہم دیکھتے ہین کہ ہزارون گانون اب بھی ہندوستان مین موجود ہین - جو صدہا سال سے ہندون کی ملکیت مین چلے آتے ہین اور مسلمانون کے عہد مین بھی ان پر کچھ زوال نہین آیا -

ساعی و عاشر۔ وغریب مقروض اور وہ لوگ ہین کہ قافلۂ حُجّاج سے اتفاقاً پیچھے رہ گئے ہین۔ اس مصرف مین ہاشمی شریک نہین ہوسکتا۔ ع ص۲۶۷ و ۱۷۱ ج ۱
(۳) مدخراج ومحصولِ جزیہ یعنی محاصلِ اراضیٔ خراجیہ اور ٹیکسون کی آمدنی۔ اور وہ جو کہ عاشر ذمّی تاجرون اور حربی مستأمنون سے لیتے ہین۔
مصرف اسکا مقاتلین قضاۃ۔ عمالِ قصارۃ۔ حدود وسواحل کے محافظین طلبۂ علم۔ شہود قسمت یعنی گواہانِ تقسیم میراث بین الورثہ۔ اور ان سب کی اولادِ صغار

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۔ اور ایسے بھی دیہات ہین جو مسلمانون کی حکومت سے پہلے ہندوؤن کی ملکیت مین تھے لیکن مسلمانون نے فتح کے بعد اپنے لشکر کے لوگون کو دیدیئے اور اب تک انہین کی اولاد ان دیہات کی مالک چلی آتی ہے۔ خلاصہ مضمون رسالہ حقیت زمینداری و فتوح البلدان وغیرہ
صاحب ہدایہ نے لکھا ہے۔ کہ جب امام کسی شہر کو قہراً فتح کرے تو اسکو اختیار ہے۔ چاہے اس کو مجاہدینِ فاتحین مین تقسیم کردے جسطرح رسول علیہ السلام نے فاتحین خیبر مین اراضیات خیبر کو تقسیم کردیا تھا اور چاہے اہل بلدہ کو اپنی اپنی جگہ پر قایم رہنے دے اور زمینون پر خراج مقرر کردے جسطرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بموجودگی صحابہ سوادعراق مین کیا ہے۔ ابن نجیم لکھتے ہین سب ائمہ حنفیہ کا اتفاق ہے کہ امام اگر کسی شہر کو بزور شمشیر فتح کرے اور اہل شہر کو ان کی زمینون پر قایم رہنے دے اور ان پر خراج مقرر کرے تو وہ لوگ ان زمینون کے مالک بنجاتے ہین اور انہین تمام مالکانہ تصرفات کرسکتے ہین مثل بیع وہبہ ووصیّت واجارہ واعارہ اور وقف وغیرہ کے عام اس سے کہ تصرف کرنے والا کافر ہو یا مسلمان اگر مسلمان اس زمین کو خرید کرے گا تو اسکو بھی خراج دینا لازم ہوگا۔ خلاصہ تحفۂ مرضیہ۔
(مؤلف)

وعام مصالح مسلمین مثلاً تعمیر قلعجات و بناے پل وغیرہ ہین۔[۵]

(۳) مدنِفات یعنی افتادہ مال- ترکۂ لاوارث- ولاوارث مقتولون کی دیت کی آمدنی مصرف اسکا محتاج فقرا اور لاوارث بچون کی پرورش- ان کی بیماریون کا صرف انکی تجہیز وتکفین اور انکے جنایات کی دیت ہین- درمختار ج۳ صـ۵۰۵ غایت الاوطار بریلی

عالمگیری مین ہے- بیوتُ المَالِ اربعۃٌ لکُلٍّ- مصارفُ بَیَّنَہَا العالِمُوْنَ

فَاَوَّلُہَا الغنائم والکنوز رکازٌ بعدہا المُتَصَدِّقُوْن وثالثُہَا خِراجٌ مَعَ عُشُورٍ وجَالِیَۃٌ یَلِیہَا العامِلُوْن ورابعُہَا الضَّوَائِعُ مِثْلُ مَالا یکون لہٗ اُناسٌ وَارِثُوْن

مصارف اولَیَیْن اَتیٰ بِنَصٍّ وثالثُہَا حَوَاہُ مُقَاتِلُوْن ورابعُہَا فمصرفُہٗ جِہَاتٌ تُسَاوِی النفع فِیہَا المُسْلِمُوْن

اگر ناظم رابعہ کو ثالث کی جگہ رکھتا ورابعہَا حواہٗ عاجزون وثالثُہَا فمصرفُہٗ جہاتٌ لکھتا تو اکثر کتابون کے موافق ہوتا۔ وتفصیلہٗ فی العالمگیری فصل مَا یُوضع فی بَیتِ المَال صـ ج۱ ۶۹ دہلی وغایۃ الاوطار صـ ج۱ ۴۶۷ مطبوعہ بریلی۔

بیت المال مین شاہی اختیارات

(۱) سلطان کو چاہیئے کہ مدات بیت المال کو ایک دوسری مین مخلوط نہ کرے اور ہر

---

۵ مثل تعمیر وحفاظت شارع اعظم نہرون اور کوؤن کا کھدوانا- اوران شخصون کی پرورش جو عوام کی بھلائی مین اپنی زندگی صرف کرتے ہین (مثلاً قاضی ومفتی ومعلم ومؤذن) مگر مقدس بزرگ اور وہ پارساجو مرجع خلائق ہین اور آل علی وشرفا ہین زیادہ تر حصہ کا استحقاق رکھتے ہین کیونکہ ان کی توقیر کرنے سے اسلام کے معتقدون کی توقیر ہوتی ہے۔

ایک مد کی آمدنی اسکے معینہ مصارف ہی مین صرف کرے لیکن ضرورت کیوقت وہ ایک مد سے دوسری مد کے لئے قرض لے سکتا ہے۔[۵]

قال وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ ولہ ان یستقرض من احدہا لیصرفہ للآخر غایۃ الاوطار ص۵۰۵ جزیہ

(۲) سلطان یا نائب سلطان زمیندار کو خراج زمین معاف کرسکتا ہے لیکن زمیندار اگر مصرف خراج ہے مثلاً قاضی ہے یا مفتی تو اسکو لینا جایز ہے ورنہ اسکو تصدق کردینا چاہیے اسیطرح عشری زمین کا عشر بھی زمیندار کو معاف کردینا جایز ہے لیکن معافی دار اگر مصرف عشر ہے مثلاً وہ فقیر ہے یا مقدس پارسا یا سپاہی یا کوئی سرکاری عہدہ دار ہے تو اسکو سے لینا جایز ہے ورنہ چاہیے کہ تصدق کردے۔

قال لو ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وہب لہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لہ لو کان مصرفا والا تصدق بہ بہ یفتی۔ ایضا کذا لو جعل العشور للمقاتلۃ جاز لانہ حصل بقوتہم طحطاوی ص۴۶ ج۲

(۳) چونکہ بیت المال عام مصالح مسلمین کے لیے ہے اسلئے مستحقین بیت المال کے لیے بعض بیت المال از قسم نقد یا اراضی کا جدا کردینا جائز ہے۔ مگر چونکہ بادشاہ صرف

---

[۵] یعنی جایز ہے بروقت ضرورت ایک مد سے دوسری مد کے مصارف کیلئے قرض لینا پھر جب اس قسم کے مد کا مال آوے تو جس مد سے قرض لیا ہے اس مین جمع کردینا چاہیے مثلاً اگر قضاۃ کا وظیفہ مد عشر سے قرض لیکر دیا ہے۔ تو جب خراج تحصیل ہو کر آوے اتنا مال مد عشر مین جمع کردینا چاہیے لیکن اگر قاضی مصرف عشر بھی ہے یعنی غنی نہین ہے اور محتاج ہے تو جمع کرنیکی حاجت نہین۔ غایت ص۵۰۵ فصل جزیہ جمہوی مین ہے حاکم اسلام پر واجب ہے کہ عشر و خراج و جزیہ وغیرہ جسقدر ملک سے وصول ہو وہ انکے مستحقین ہی پر صرف کرے اور اسکے غیر مین صرف کرنا ممنوع ہے۔ غایت ص۴۸۸ — بحیلی

مال گزاری کا مالک ہے بیت المال کی زمین کے رقبہ کا مالک نہیں اسلیے اگر وہ کسی شخص کو آباد شدہ و مزروعہ اراضی بیت المال سے بخشنے دینا چاہے۔ تو جائز نہیں وہ صرف خراج زمین کو اپنی طرف سے موہوب الیہ کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔ قال وجاز اقطاع بعض بیت المال علی مستحقہ لیصل الیہ بسہولۃ اعانۃ المستحقین فی بیت المال علی وصول حقہم منہ صفحہ $\frac{۲۶۸}{ج ۳}$ طحطاوی ایضاً اذ حاصلہا ان الرقبۃ لبیت المال والخراج لہ صفحہ $\frac{۲۹۵}{ج ۱}$ عالمگیری ایضاً فان کانت مواتاً او ملکاً للسلطان صح وقفہا وان کانت من حق بیت المال لا یصح (شرح اشباہ والنظائر)

(۴) مسجدوں درگاہوں اور تکیوں کے مصارف کے لیے بعض اراضی بیت المال کا وقف کرنا جائز ہے۔ سب سے پہلے یہ کام سلطان نور الدین شہید نے کیا ہے لیکن اس قسم کے اوقاف ارصادات ہوتے ہیں کیونکہ سلطان بیت المال کا مالک نہیں اور وقف کے لیے ملک ضروری ہے۔ قال علمی۔ ان اول ما وقف اراضی بیت المال علی التکایا والمساجد وغیرہا السلطان نور الدین شہید ولم یقع ذلک من احد قبل واستفتی ابن عصرون فی ذالک فافتاہ بالجواز وقال انما رای ذلک ارصاداً۔ صفحہ $\frac{۲۶۸}{ج ۳}$ طحطاوی وقال الارصاد من السلطان لیس بایقاف البتہ عالمگیری صفحہ ۲۹۵

(۵) بیت المال کی مزروعہ آباد شدہ زمین میں سلطان کو اختیار ہے کہ اسکو امانی طور پر بیت المال میں رکھے یا اجارہ پر دیدے جیسکہ حضرت عمرؓ[ا] و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما

[ا] ۔ فتوح عراق میں سے اراضیات کسریٰ و اہل کسریٰ اور وہ جن کے مالک بھاگ گئے تھے اور تمام اس قسم کے املاک کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے لئے خاص کر دیا تھا اور اُن کی آمدنی کو جو نو کروڑ درہم کے قریب تھی مصالح مسلمین میں صرف کیا کرتے تھے۔ اور ان میں سے کسیکو بطور جاگیر و اقطاع نہیں دیتے تھے۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بعض

نے کیا ہے۔

(۶) اراضی مملوکہ بیت المال کی بیع جائز نہیں مگر ضرورت شدید کے وقت اور اس حالت میں بھی جائز ہے جبکہ زمین کی قیمت بڑھ گئی ہے اور لوگ اسکے خریدنے میں رغبت کرتے ہیں ایسی صورت میں جائز ہے کہ سلطان خود ہی اسکو خریدلے اس طرح کہ وہ داروغۂ بیت المال کو اسکے بیع کا حکم کرے اور بعد بیع کے اس مشتری سے خود خریدلے۔ قَالَ اِنَّ للامَامِ بیعُ عِقَارِ بیتِ المَالِ عَلٰی قَولِ المتقدمین مُطلقًا والمفتی بہ لِحاجۃٍ اَوْمَصلحۃٍ وَمِنْ ذالک الاراضی الخراجیۃ (ابن نجیم تحفہ مرضیہ) ایضًا لَایصحُ بیعُ للاِمَامِ وَ لاشرٰءُہُ مِنْ وَکیل بیتِ المَالِ لِشیءٍ منہا لِاَنّہٗ کوَلِیِّ الیتیم فَلَا یجوزُ اِلَّا لِلضرورۃِ - وَفِی البحر اَوْرُغِبَ فِی العقارِ بِضِعْفِ قِیمتِہٖ ص۴۹ غایت ایضًا لواراد السلطان شراٰھا لِنفسِہٖ یاْمُرُ غَیرَہٗ بِبَیعِھَا ثُمَّ یَشترِی بِھَا مِنہُ لِنفسِہٖ ص۴۶۳ ج۲ طحطاوی وغایت ص۱۴۱

العطاء

(۱) مستحقین بیت المال کے لیئے اراضی بیت المال بمنزلہ وقف ہے امام کو اختیار ہے کہ انکو حسب استحقاق حصہ اراضی بیت المال عطا کرے یا اس زمین کی آمدنی انکے مصالحہ عامہ میں صرف کرے۔ صَرَّحوا بِاَنَّ اراضی الامیریۃ یُسلکُ بِھَا مَا یُسلکُ بِاراضی الوقف ص۱۶۱ ج۲ مہدویہ ایضًا وَترکُ الاراضی وَجَعلُھا بِمنزلۃِ الوَقفِ عَلَی المُقَاتلۃِ وَان شَاءَ نقل اِلیھَا قَومًا آخَرِینَ مِنْ اِھْلِ الذِّمۃِ وَجَعلُھَا

نوٹ بقیہ صفحہ ۱۵۔ اقطاع بطور جاگیر لوگوں کو دیدیئے تھے مگر یہ اقطاع تملیک نہ تھی بلکہ اقطاع اجارہ تھا اور ان کی آمد بطور خراج مصالحہ مسلمین میں صرف فرمایا کرتے تھے۔ تاریخ سوانحات خلفاء

خراجیۃ خراج مقاسمۃ او مقاطعۃ فیصرف خراجہا الی المقاتلۃ۔

ج۲ ص... عالمگیریہ

(۲) عطائے اراضی کا رواج قدیم سے چلا آتا ہے جیسے کہ اخبار میں ہے۔ کہ جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات نے اور نیز خلفائے راشدین نے بعض بعض صحابہ کو جاگیریں عطا کی ہیں۔ قال ابو یوسف قد جاءت ھٰذہ الآثار بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقطع اقواما وان الخلفاء من بعدہ اقطعوا ورای صلی اللہ علیہ وسلم الصلاح فی ما فعل۔ ایضاً قال اقطع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلال[۱] ابن حرث المزنی ما بین البحر والصخر والزبیر ارضا فیہا نخل من اموال بنی نضیر کتاب الخراج ابی یوسف ص۳۴ مصری

ایضاً ذکر ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اقطع العقیق اجمع للناس حتی جازت قطیعۃ ارض عروۃ بن الزبیر ایضاً اقطع عثمان بن عفان لعبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فی النہرین ولعمار ابن یاسر استینیا واقطع خبابا صنعاء واقطع سعد ابن مالک ھرمزان۔ (کتاب خراج ابو یوسف فصل القطائع)

(۳) فقہائے متقدمین کی اصطلاح میں اقطاع کا لفظ عطیہ اراضی موات (افتادہ و بنجر

---

۱ بلال۔ حضرت بلال بن حارث مزنی آپ مدینے کے رہنے والے ہیں مزنیہ کی وفد کے ساتھ رجب سنہ ۵ھ میں آئے تھے فتح مکہ کے دن قبیلہ مزنیہ کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔ سرور کائنات علیہ التحیہ والتسلیمات نے وادی عقیق آپ کو معافی میں عطا فرمائی تھی۔ ایسے ہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اموال بنی نضیر میں سے ایک باغ عنایت کیا گیا تھا (اسد الغابہ جلد ششم) ایسے ہی حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بموجودگی صحابہ کرام حضرت عقیق کو عروۃ بن زبیر کی زمین جاگیر دی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود کو نہرین میں اور خباب رض کو صنعاء اور سعد بن مالک کو ہرمزان کی زمین جاگیر میں دی ہے۔ (خراج ابی یوسف) (مولف)

زمین) کے لیے مخصوص الاستعمال ہے۔ اور فقہائے متاخرین اس لفظ کو تملیک
منافع اراضیٔ مزروعۂ بیت المال مین استعمال کرتے ہین۔ اسی اختلاف کی باعث
مسائل متفرعۂ اقطاعات آپس مین مختلف ہین کیونکہ متقدمین کی اصطلاح پر اقطاعات
مین توریث وغیرہ احکام ملکیت کے جاری ہو سکتے ہین اور متاخرین کے استعمال
کے بموجب معطیٰ لہٗ ایسی عطا مین مالکانہ تصرف نہین کرسکتا مگر اس وقت کہ امام وقت
اراضیٔ بیت المال کو بطور تملیک عطا فرمائے۔

قَالَ اِنَ الاقطاعَ اِنّما یکُونَ فِی المواتِ۔ ص ۱۰۹ ج ۳ کبری ایضًا قال التقی السُّبکی
الاقطاعاتُ المعروفۃ فِی ھذا الزمانِ من السّلطانِ للجُندی فی ارض عامرۃٍ
تَستغلّھا و تکُون لَھُم فوائدُھا و منافعھا ما لَم ینزعھا منھُم او یموتو ص ۱۰۹ ج ۳
کبری ایضًا وفِی البحر حکم الاقطاعاتِ من اراضی بیت المالِ اِذ حاصِلھا اَنَّ
القریَۃ لِبیتِ المالِ وَالخراج لَہٗ وَحینئذٍ فلا یصحُ بیعہٗ وَلاھبتہٗ وَلاوقفہٗ
ص ۹۵ ج ۲ بریلی غایت ایضًا اَمّا الاراضِی الّتی اعطاھا الامامُ تملیکًا فیجری فِیہ منھا
جمیع ما یجری فِی الملکِ (عمدۃ الرعایہ)

(۴) اراضی بیت المال کے اوّل اور حقیقۃً مستحق وغازی مجاہدین ہین جنکے ہاتھ پر
ملک فتح ہوا ہے اور وہ علما ہین جو اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت شرایع اسلام مین
ہر وقت کوشان رہتے ہین۔ امام وقت اگر فاتحین ملک مین مفتوحہ زمین بطریق
اقطاع تقسیم کردے اور وہ اسپر قابض ہو جائین تو وہ زمین مزروعہ ہو خواہ غیر مزروعہ
واقعتاً وہ اُن کے ملک مین آجاتی ہے امام وقت کو ایسی زمین کا بلا عوض واپس لینا
جائز نہین ہے ایسی ہی مفتوحہ اراضیات اگر مالکان اول کو واپس عطا کیجائین تو

ہوجاتے ہیں۔ ہوانکے مالک بنجاتے ہیں۔ قال ومنہا ما اعطی الامام باول[1] الفتح لبعض الغانمین او لبعض المستحقین من العلماء او غیر العلماء من المسلمین فاحیاھا باذن الامام او فتح بعض الداخلین مع الامام فی دار الحرب بلدۃ من البلاد فاقر الامام علیہم فاحیوھا باذنہ فمثل ھذہ الارض تدخل فی ملک ھؤلاء بلا خلاف وتصیر الاراضی عشریۃ قطعیۃ (رسالہ علامہ تھانیسری)

عطیہ مخلد و انعام موبد

یہ اس عطیہ مستمرہ اور انعام دائمی کا نام ہے جس میں اراضی بیت المال بطور تملیک عطا کیجاتی ہے اور اسکے وجہ ثبوت میں کسی خاص وقت و حد کی تعیین نہیں کیجاتی اس قسم کا انعام معطی لہ کا مالک شمار کیا جاتا ہے جس سے وہ اس میں اپنے دوسرے املاک کیطرح آزادانہ پورا پورا تصرف کرسکتا ہے۔ بیع۔ ہبہ۔ توریث وغیرہ جمیع احکام ملکیت اسپر جاری ہوسکتے ہیں۔ اور حکم عطا ساقط ہوجاتا ہے معطی لہ

[1] باول الفتح اور داخلین مع الامام کی ہر واحد قید سے معلوم ہوتا ہے کہ احیاء سے مراد اسجگہ قبضہ لقصد احیاء مراد ہے اور عطا سے مراد عام عطائے اراضی ہے مزروعہ ہو خواہ غیر مزروعہ صرف عطائے ارض موات مقصود نہیں۔ ورنہ ہر دو قیود بیکار ہیں۔ کیونکہ ارض موات کو زندہ کرنے والا شخص مسلمان ہو خواہ ذمی غازی ومجاہد ہو خواہ قاعد و تاجر اسکا مالک بنجاتا ہے جیسے کہ ہم فصل احیائے موات میں بیان کرینگے اور جیسے کہ جناب رسول اکرم علیہ السلام کے زمانہ میں خیبر کے پانچ قلعے فاتحین خیبر میں اور بنی نضیر کے تمام اراضیات مزروعہ و غیر مزروعہ و باغات فاتحین مہاجرین و انصار میں تقسیم کردئے گئے تھے۔ ایسے ہی جب ملک کسریٰ فتح ہوا اور عراق کی بعض اراضیات مجاہدین فاتحین میں تقسیم ہوگئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبل اس کے کہ انہوں نے ان عطیہ زمینوں میں کچھ تصرف کیا ہو ان فتحمندوں کو ان زمینوں کا معاوضہ دلاکر وہ زمینیں مالکان اول کو واپس دلادیں تھیں جیسے کہ ہم نے بصراحت بذیل حاشیہ حقیقت زمین اسکو بیان کیا ہے۔ (مولف)

کی وفات کے بعد اسکے ورثہ حسب فرایض اللہ اس مین سے حصہ ورسد پاتے ہین اسکے دو قسم ہین - (۱) عطیہ رقبہ زمین معہ خراج زمین - (۲) عطیہ محض رقبہ زمین بدون خراج -

قَالَ الانعَامُ المُوبّد والمُخلّدُ مَالاَ یَذکرفِیہِ التَوقِیتُ - ایضًا المؤبّدُ یدخلُ فِی الملاکِ فیبایع ویورثُ ویوھب - صفحہ ۳۹۵ فتاوی صدریہ قلمی - ایضًا قَالَ الکرخیُ وعامۃُ المشائخ لَو تَصَدَّقَ سلطانٌ عَلی مستحقٍ ارضًا من بیت المالِ وَجعَلَ بَعدَہ لِاَولادِہٖ وَاَولادِ اولادہِ اَبدًا اِلی مَاتنا سلُوا اِنَّ ھٰذا صدقۃٌ مُملکۃٌ ویجعلَ بَعدَہٗ لِاَولادِہٖ بحِبب المیراثِ صفحہ ۳۹۶ صدریہ الاستفتاء در دستور یکہ عمر یک قریہ از حضور حاکم وقت بطریق انعام مؤبّد بنام خود داشت و بحضور یک پسر و دو دختر فوت کرد ورثۂ مذکورین درباب حصّہ ورسدِ خود ہا منازعت میدارند شرعًا مینوانند کہ قریۂ مذکور را موافق فرایض اللہ تقسیم نمایند -

الجواب - درصورت صدق تقریر مذکورہ ورثہ متوفی را میرسد کہ بموجب فرایض اللہ قسمت نمودہ حصّۂ خود ہا بگیرند زیرانکہ در انعام مؤبّد وراثت جاری میشود صفحہ ۳۹۷ صدریہ

مددمعاش

(۱) تملیک منافع اراضیٔ بیت المال کو مدد معاش کہتے ہین اس ملک کا ثبوت سلطان یا نائب سلطان کے منشور سے ہوتا ہے اور اس شخص خاص کا حصّہ شمار کیا جاتا ہے جسکا نام درج منشور ہوتا ہے - اس قسم کے املاک (مؤقت ہون یا غیر مؤقت) امدادی وظائف ہون خواہ استحقاقی) کا اجرا و قوام ہمیشہ حاکم وقت کے تابع رہتا ہے - معطی لہٗ کی وفات کے بعد حاکم وقت مختار ہے کہ وہ ملک

داخل بیت المال کرلے خواہ متوفی کے کسی ایک لڑکے کو عطا کردے خواہ جملہ متعلقین متوفی پر صدقہ کردے - قال الاراضی المعاشیة المعہودة فی الهنا. لیست من الترکة ولهذا لا تورث تلک الاراضی بعد ما اعطیت له ولا تباع ولا توجر ولا ترهن ولا تملیک ولا وصیة فیها فالعبرة فی الارض المعاشیة لحکم الامیر و نائبه کالصدور فلای شخص جوزوها فهی له - صدریہ ص ۳۹۵ ایضاً معتاد کہ پادشاہان بمستحقان میدہند و وظیفہ وروزینہ کہ از حمایت حکام پابند ترکہ و میراث نمی شود بلکہ آن بدست معطی است یعنی صاحب بخشش بہر کہ خواہد بدہد - صدریہ ص ۳۹۳ ایضاً اذا اعطی الامام ارضاً لرجل لوجه الادرار ولا لستحقاق لا یملکه لان بعد موته یحتاج الورثة اذن الامام ص ۳۹۱ صدریہ قاضی القضاة ارتضا علی خان ایضاً قال السلطان له ان یخرجه منها (شرح اشباہ والنظائر) ایضاً یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ حاصلها ان الرقبة لبیت المال والخراج له وحینئذ فلا یصح بیعه ولا هبته ولا وقفه غایت الاوطار ص ۴۹۵ بریلی

(۲) الغرض عطیۂ مدد معاش میں معطی لہٗ خراج زمین اور اُسکے منافع کا مالک ہوتا ہے اصل زمین اسکی ملک میں داخل نہیں ہوتی بلکہ بحالہٖ وہ بیت المال کی ملک میں رہتی ہے اسلیئے معطی لہٗ اس زمین میں مالکانہ تصرف نہیں کرسکتا اور نہ یہ حق کسی طریقہ انتقال سے منتقل ہوسکتا ہے جو بذریعہ نشان جاگیر یا مدد معاش معطی لہٗ کے طرف منتقل کیا گیا ہے - الاستفتاء درصورتیکہ زید یک قریہ از حضور ناظم وقت الی یوم الموت بطریق مدد معاش بنام خود داشت - وبحضور یک پسر و یک دختر فوت کرد شرعاً این قر

مابین ورثہ بطریق فرایض الہٰ تقسیم خواہد شد

الجواب۔ در مدد معاش کہ عبارت از عطاے سلطانی است وراثت وغیرہ جاری نیست کما فی الاشباہ والنظائر العطایا لاتورث بعد موت زید ورثہ اس نزد متولی رجوع نمایند او ہر کہ را عطا نماید ادرا باشد الاعطاء لمن جعله السلطان (صدریہ)

(۳) یہی حکم معاش مشروطہ بخدمت مثل قضا و احتساب وغیرہ کا ہے کیونکہ اس معاش میں بھی احکام توریث وغیرہ جاری نہیں ہوتے۔

قَالَ لو اعطی السُّلطانُ اَوْ نائبه لرجلٍ علی وجه ادرار الحل مات الشرعیة کالقضاء والاحتساب اواجرۃ التاذین اواجرۃ الامامۃ هل تصیر تلك الاراضی ملکا ام لا الجواب فقال العلماء المتاخرین لا۔ لانه اذا مات ذالك الرجل يدخل هي في الاموال السّلطانية و يتوقف علی امر جدیدا فی المالك حتی لا يكون لورثته الا اذا كان فی يد الوارث منشور الخليفة او منشور من يفوضه السّلطان كالنائب (صدریہ)

الاستفتاء۔ درصورتیکہ معاش مشروطہ بخدمت قضا یا صدارت بنام زید از حاکم وقت مقرر بود بعد فوت زید ہمان حاکم یا حاکم دیگر آن خدمت را معہ معاش مشروطی بہ یکے از فرزندان زید بحال داشت پس دیگر فرزندان زید را در معاش مشروطہ حصہ میرسد یا نے۔

الجواب۔ در اجراے معاش مشروطہ باشد یا غیر مشروطہ حاکم مختار است بنام ہر کسے کہ خواہد مقرر نماید و این از قسم ترکہ زید نیست تا کہ ورثۂ دیگرے دران مشارک باشند کما فی الاشباہ والنظائر العطاء للذی جعل الامام العطاء له لان استحقاق العطاء

باثبات الاوام لادخل فیہ لرضاء الغیر صدریہ ۳۹۳ قلمی۔
(۴) اگر کسی مقدس بزرگ کی درگاہ کے لئے کچھ عطا نذر کی گئی ہے تو اُسکا بھی یہی حکم ہے۔ کہ اس مین وراثت جاری نہین ہوتی۔
الاستفتاء۔ درصورتیکہ یک قریہ از حضور ناظم وقت نذر درگاہ فلان شہید مقرر است الحال ورثہ شہید مذکور درباب حصہ رسد آن منازعت میدارند شرعاً میتوانند کہ قریہ مذکور را تقسیم کردہ گیرند۔
الجواب۔ درصورت مذکورہ ہر کسیکہ متولّی آن مکان خواہد شد او را التصرف در قریہ مذکور میرسد نہ دیگرے را و وراثت نیز درین جاری نیست صدریہ ۳۹۴
(۵) اگر عطا کسی بزرگ کی درگاہ کے مصارف اور اسکے خدامون اور عام فقرا کی خدمت یا کسی خاص صنف یا جماعت مثلاً حفاظ یا ذاکرین کے مصارف کے لیئے دیگئی ہے۔ اور اس مین خاص خاص شخصون کے حصون و رسد کا مقدار معین نہین کیا گیا تو اس مین بھی وراثت جاری نہین ہوتی۔ اور عام متولی اوقات بلحاظ حیثیت شخصی و باعتبار خدمت ایک کو دوسرے پر حصہ رسد مین ترجیح دے سکتا ہے۔
حضرت شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہین۔ و متولی جمع و تقسیم یک کس امین را باید ساخت و تقسیم بروس احیا از اولاد و خدام باید نمود مانند تقسیم خمس بر ذوی القربی آرے کسانیکہ حاجت زیادہ دارند یا خدمت زائد یا باعث مرجعیت خلائق میشوند ترجیح آنہا باسکے ندارد۔ فتاوی عزیزی۔
(۶) عطیہ معاش کا اجرا اگر شخص معین کے نام پر ہوا ہے اور اسکے منشور مین معطی لہ کی اولاد و احفاد وغیرہ متعلقین کا کچھ ذکر نہین کیا گیا۔ اس صورت مین معطی لہ کی وفات

کے بعد اسکے ورثہ اسمین سے بقدر فرائض اللہ حصہ پاتے ہین۔ یعنی اس قسم کی عطا
مین توریث جاری ہوتی ہے۔ دیکھو استفتاے ذیل۔

(۷) مدد معاش جب کسی خاص معین شخص کے نام سے نہ ہو بلکہ اسکا تقرر معطیٰ لہٗ اور
اسکی اولاد و احفاد پر عام ہو یا معطیٰ لہٗ اور اسکے متعلقین کے نام پر ہو تو اس وقت
آمد عطیہ کی تقسیم اولاد و احفاد وغیرہ متعلقین مین بالسویہ ہوگی۔ اس تقسیم مین ذکور و
اناث مساوی حصہ پاتے ہین۔ قَالَ الْاِمَامُ اَنْ یُعْطِی الْوَظِیْفَۃَ لِزَیْدٍ وَاَوْلَادِہٖ
وَاَحْفَادِہٖ فَیُقْسَمُ بَیْنَہُمْ بِالسَّوِیَّۃِ وَلَا یُفَضَّلُ ذُکُوْرٌ عَلَی الْاِنَاثِ. وَیَدْخُلُ
فِیْہِمْ اَوْلَادُ الْبَنَاتِ صفحہ ۳۹ صدریہ عَنْ شَرِیْعَۃِ الْاِسْلَامِ

الاستفتاء۔ زید زمین انعام قدیم الایام و یک خانہ و زوجہ و دو پسر و یک دختر
و مادر و خواہر گذاشتہ فوت کرد۔ پس مادر و خواہر در ہر دو ملک حقیت دارند یا نے
و اگر داشتہ باشند چہ قدر حصہ را مستحق شوند۔

الجواب۔ درصورتیکہ زمین انعام بطریق انعام مؤبد بنام زید از طرف حاکم جاریست
آنرا مع خانہ مملوک وے قسمت کردہ بعد اداے دین وغیرہ کہ بر میراث مقدم اند
اگر چیزے ازان باقی ماند آنرا یکصد و بست حصہ کردہ پانزدہ سہام بزوجہ وے
و بست سہام بمادرش و شصت و ہشت سہام بہر دو پسر علی السویہ و ہفدہ بدختر
خواہد رسید و بخواہر ازان ہیچ نیست۔ و درصورتیکہ زمین انعام پدر زید کہ زید بعد مرگ
پدر در قبض خود آوردہ اگر حاکم آن زمین را بنام خاص زید اجرا کردہ آن زمین خاص بنام
اوست در ورثہ منقسم خواہد شد چنانکہ گذشت۔ و اگر بطریق پرورش متعلقان وے
جاری کردہ باشند ہمہ علاقہ داران پدر وے دران زمین استحقاق بر سبیل مساوات

ہیدا رند - وخواہر نیز از ان حصہ خواہد یافت ص۳۹۶ صدریہ مہر قاضی القضاۃ محمد ارتضا علیخان

(۸) عطیہ معاش اگر زید اور اُسکے ولدٌ[۵] یا اولاد کے نام پر جاری کیگئی ہے تو زید کے ساتھ اُسکی موجودہ صلبی اولاد ذکور و اناث شریک حصہ رہینگے اور جب تک ان مین سے ایک بھی باقی رہیگا کل آمدنی اسی اکیلے کا حق سمجھی جائے گی مذکر ہو خواہ مونث اور زید کی اولاد کی اولاد محروم رہیگی لیکن اگر ولد . وولد ولد یا اولاد اولاد لکھا ہے تو زید کے ساتھ ہر دو بطن کی موجودہ صلبی اولاد یعنی بیٹے بیٹیان پوتے پوتیان جو موجود ہین یا بعد از ان پیدا ہون شریک عطیہ سمجھی جائے گی اور اُن کی موجودگی مین اولاد اسفل بطنین اور اولاد اناث یعنی نواسی نواسیان محروم الرسد رہینگے -

وَاعلم انّھُمْ ذکروا اَن ظاھر الروایتہ المفتیٰ بہٖ عدم دخول اولاد البنات فی الاولاد مطلقاً اے سواءٌ قال علیٰ اولادی بلفظ الجمع او بلفظ اسم الجنس کَوَلَدِی وسواءٌ اقتصر علی البطن الاوّل کما مثّلنا او ذکر البطن الثانی مُضافاً الی البطنِ الاوّلِ المضافِ الی ضمیرا لواقف کاولادی واولادِ اولادی او العائد علی الاولادِ کاولادی واولادِھم علی مافی اکثر الکتب ایضاً - اِذا قال علیٰ وَلدِی فانّ وَلدَالبنت لایدخل فِی ظاھرِ الرّوایۃ لِاَنّ اِسم الولد

[۵] ولد بلفظ - اسم جنس و اولاد بلفظ جمع کا اطلاق شریک البطن ولد و بنت اور ولد کی اولاد پر ہوتا ہے اولاد بنت پر اسکا استعمال نہین ہوتا حضرت ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ اسکے مال کا ثلث ولد زید کو دیا جائے پس وصی کے مرتے وقت اگر زید کی صلبی اولاد ذکور و اناث موجود ہے تو اس وصیت کا تمام مال ان سب مین بالسویہ تقسیم ہوگا لیکن اگر اسکی صلبی اولاد نہین اور اولاد کی اولاد موجود ہے تو اولاد ذکور یعنی بیٹے کی اولاد کو وصیت کا مال دیا جائیگا اور اولاد اناث محروم رہے گی - مھدویہ باب الوقف - (مولف)

يتناول ولده لصلبه وانما يتناول ولد ابن لانه ينسب اليه عرفا وهو
اختيار لقول هلال وصححوا في الخانية (مهدويه باب الوقف) ايضا لو قال رضى
هذه صدقة على ولدي وولد ولدي يدخل فيه ولده الصلبية وولد
ولده الموجود يوم الوقف وان حدث بعده يشترك البطنان في الغلة
ولا يدخل فيه من اسفل هذين البطنين ولا يدخل فيه اولاد البنات
في ظاهر الرواية وعليه الفتوى ص ج ۱۱۹/۲ عالمگيريه

(۹) عطیہ اگر زید اور اسکے اقارب یا متعلقین کے لئے ہے تو معطی لہ کے ساتھ
رسد عطیہ مین وہی لوگ شریک ہو سکتے ہین جنکی قرابت شرعاً معتبر ہے۔ یعنی وہ اسکی
قریبی رشتہ دار ہین۔

الاستفتاء۔ درصورتیکہ قاضی شیخ محمد علی ابن محمد حسین محتسب زر یومیہ کذا از
حضور ناظم وقت الی یوم الموت بنام خود داشتہ بحضور یک زوجہ مسماۃ بڈھی بی بی
و یک پسر باسم غلام علی و دو دختر یکے خانم صاحبہ و دیگرے حبیبۃ النساء و ابن الابن
باسم فخر الدین۔ و ابن بنت الابن باسم غلام حسین وفات یابد۔ بعدہ ناظم وقت بعد
انقضاے مدتے ہما نقد یومیہ براے متعلقان قاضی مرحوم مجدداً مقرر نماید و پیشتر
از تقرر جدید زوجہ قاضی مرحوم و حبیبۃ النساء دختر فوت کردہ باشند و در حین این
تقرر غلام علی و خانم صاحبہ پسر و دختر قاضی مرحوم و نیز فخر الدین نبیرہ و غلام حسین
ابن بنت الابن حی و قائم بودند الحال نیز ہستند شرعاً اینکہ عطا است حق غلام علی
و خانم صاحبہ باشد یا غلام حسین و فخر الدین مذکورین را یا ہیہما دران حقے است بینوا
الجواب۔ حق غلام علی و خانم صاحبہ مذکور است حق غلام حسین و فخر الدین دران

نیست زیرانکہ در تعلق بقاصی مرحوم قرب قرابت معتبر است بعیدہ معتبر نے۔
کما فی الاشباہ والنظائر۔ العبرۃ بقرب القرابت واللہ اعلم صت ۳۹۴ فتاوی صدیہ
(۱۰) عطیہ معاش اگر زید اور اُسکی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اُن کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ بطناً بعد بطنٍ کیلئے عطا کی گئی ہے۔ تو اس صورت مین یعنی جبکہ بطن ثالث کا ذکر کیا گیا ہے آمد عطیہ معطیٰ لہ کے اقرب و ابعد۔ اسفل و اعلیٰ ذکور و اناث اولاد پر ہمیشہ بالسَّویہ تقسیم ہوا کریگی۔ اس تقسیم مین کوئی شخص کسی کے لیئے حاجب و محرومیٔ رسد کا باعث نہین ہوسکتا۔ اور جب تک ان مین سے ایک بھی باقی رہیگا تمام آمد اسی اکیلے کے لیئے ہوگی۔ لو قال ارضی ھذہٖ صدقۃٌ موقوفۃٌ علے وَلَدِیْ وَوَلَدِ وَلَدِیْ وَوَلَدِ وَلَدِ وَلَدِیْ ذکر البطن الثالث فانّہٗ یُصرف الغلۃ الی اولادہٖ ابد اما تناسلوا۔ مابقی احدٌ۔ ویکون الوقف علیھم وعلی من اسفل منھم الاقرب والابعد فیہ سواءٌ صج ۱۹۱/۲ عالمگیریہ۔ ایسی ہی کہا ہے کہ اس صورت مین ولد الابن اور ولد البنت مساوی ہے۔ فتاوی قاضیخان باب الوقف۔
(۱۱) معاش اگر زید اور اُسکے ولد یا اولاد کیلئے لکھی گئی ہے۔ اور اسمین بطون کا ذکر نہین کیا گیا۔ تو اس صورت مین بطن اعلے اپنی موجودگی مین بطن اسفل کو محروم کردیتا ہے۔ پس آمد عطیہ بطن اول پر موقوف رہے گی جب تک اُن مین سے کوئی بھی باقی رہے اسکے بعد بطن ثانی اور اُسکے بعد ثالث و رابع۔ خامس مستحق سمجھے جائینگے اس تقسیم مین بھی ذکور و اناث مساوی حصہ پاتے ہین۔
لو قال علیٰ اولادی یدخل فیہ البطون کلہا لعموم اسم الاولاد ولکن یکون

الکل للبطن الاول لما دام باقیا فاذا انقرض یکون للثانی فاذا انقرض یکون للثالث والرابع والخامس الاقرب والابعد فیہ سواء - صفحہ ۱۱۹ ج ۲ عالمگیریہ

(۱۲) معاش اگر زید اور اُسکے ولد کے لیئے لکھی گئی ہے - اور اسوقت پوتے کے سوائے کوئی اُسکا صلبی لڑکا موجود نہین - تو وہی ولد الابن ولدِ صلب کے قایمقام متصوّر ہوگا - اور آمدِ عطیہ اُسکو ملا کریگی لیکن اسکے بعد اگر ولد صلب پیدا ہو جاے تو پوتا محروم ہو جائیگا اور آیندہ آمد عطیہ حقیقی ولد کے لیئے مخصوص ہو جائیگی مگر حقیقی ولد کی نہ ہوتے ہوئے وَلد البنت یعنی نواسا اُسکے قایمقام نہین ہوسکتا - رجل قال ارضی ھذہٖ صدقۃٌ موقوفۃٌ علیٰ وَلدی کانت الغلۃ لولدِ صلبہٖ وان لم یکن لہ وقت الوقف ولدٌ لصلب - وَلہ وَلدٌ لِابن لا یشارکہ فی ذالک من البطون ویکون ولد الابن عند عدم وَلدِ الصُلب بمنزلۃ وَلدِ الصُلب وَلا یدخل فیہ وَلدُ البنت فی ظاھر الرّوایتہ وَان حدث لہ ولد لصُلب بعد ذالک صرفت الغلۃ المستقبلۃ الی الولدِ لصُلبہٖ صفحہ ۱۱۹ ج ۲ عالمگیریہ

(۱۳) اگر واقف بطناً بعد بطنٍ کہے یا بطن اعلیٰ و اسفل کی ترتیب بیان کرے مثلاً کہے کہ بطن اعلیٰ مقدم ہو گا - اسکے بعد بطنِ ثانی اور اُس وقت بطن اعلےٰ کے دس آدمی موجود ہین - پھر اُن مین سے دو شخص لاولد مر جائین - اور دو شخص ایک ایک ولد اور ولد و لد چھوڑ کر بعد پیدایش غلہ فوت ہو جائین اور اس کے بعد پھر دو شخص دوسرے مر جائین اور کچھ اولاد نہ چھوڑین تو اس صورت مین بلحاظ قید بطن آمد وقف کے چھ حصے کیئے جائینگے - چار موجودہ بطن اعلےٰ کیلیئے اور دو میّتون کے لیئے جنکی اولاد باقی ہے - اور باقی چار میّتون کے حصے ساقط

ہو جائینگے اور ان دو میتوں کے حصے ان کی اولاد میں تقسیم کر دیئے جائینگے صفحہ ۱۲۰

جلد دوم عالمگیریہ۔

(۴) اگر کوئی شخص ولد کو بلفظ بنی تعبیر کر کے کہے وقفت ارضی علی بنی اور اس وقت اسکے دو یا اس سے زاید صلبی لڑکے موجود ہیں۔ شرعاً آمد وقف تمام کیلئے سمجھی جائیگی ایسے ہی اگر اسکے ہاں مثلاً ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔ اس وقت بھی غلہ تمام میں مساوی تقسیم ہوگا۔ یہی حکم لفظ اخوت کا ہے۔ یعنی اگر اس نے کہا ہی موقوفۃ علی اخوتی اور اسکے ایک بھائی اور چند ہمشیرگان ہیں۔ آمد وقف تمام کے لئے ہوگی۔ لیکن اگر بنی کہا اور اسکے لیے صرف لڑکیاں ہیں اور کوئی لڑکا موجود نہیں۔ تو آمد وقف فقرا کے لیے ہوگی کیونکہ اسم بنین بنات پر متناول نہیں ہو سکتا بحالت انفراد۔ اسیطرح لفظ بنات بحالت انفراد بنون پر حاوی نہیں ہوتا مگر بالتبع۔ قال ارضی صدقۃ موقوفۃ علی بنی و له ابنان او اکثر کانت الغلۃ لهم۔ ایضا لو قال علی اخوتی وله اخوات اشترکوا جمیعا۔ ایضا لو قال ارضی موقوفۃ علی بنی وله بنات ولیس معهن ابن کانت الغلۃ للفقراء ولا شی للبنات لان اسم البنین لا تناول البنات عند الانفراد۔ وکذا لو قال علی بناتی وله بنون ولا بنات له کانت الغلۃ للفقراء فتاوی قاضی خاں باب الوقف علی الاولاد والاقرباء

فائدہ ۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ عطیہ اراضی بیت المال دو قسم پر ہے اول انعام مؤبد و مخلد یعنی عطیہ اراضی بیت المال بروجہ تملیک رقبۂ ارض اور اسپر سے احکام عطا ساقط ہو جاتے ہیں۔ اسکے دو قسم ہیں (۱) عطائے رقبۂ زمین معہ خراج زمین (۲) عطیہ محض برقبۂ زمین بدون خراج جسکو آجکل کی اصطلاح میں پٹہ دوامی کہتے ہیں۔ دوم مدد معاش یعنی عطیہ منافع اراضی بیت المال

اس عطیہ مین معطی لہ صرف منافع کا مستحق سمجھا جاتا ہے اس کے دو قسم ہین - اول مدد معاش مؤقت یعنی وہ عطیہ جو مدت معینہ کے لئے جاری کیا جاتا ہے (دوم) مدد معاش مؤبد و مخلد اس عطیہ مین کسی وقت و حد کی تعین نہین ہوتی اور بظاہر دوام و استمرار سمجھا جاتا ہے - مدد معاش مؤبد و انعام مؤبد و مخلد کی تعریف ظاہرًا ایک دوسرے سے ملتی ہوئی ہے جس سے شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ مدد معاش مؤبد پر بھی مثل انعام مؤبد احکام ملکیت مثل ارث وغیرہ جاری ہو سکتے ہین اور اسکی بیع و ہبہ بھی جایز ہے لیکن مشہور روایت اسکے خلاف ہے -

بعض فقہا نے لکھا ہے کہ مدد معاش مؤبد باعتبار مالک انعام کے البتہ اجرائے احکام ارث و بیع کے قابل ہے کیونکہ وہ اسکا مملوک ہے اور اسکے قبضہ و تصرف مین ہے لیکن باعتبار حق ملک وہ اس قسم کے تصرفات کا متحمل نہین - یعنی مالکِ انعام اگر اپنا ملک فروخت یا ہبہ کرے تو یہ اس وقت تک جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا مالک ہے اور بادشاہ نے اسکے تصرف کو جائز اور تسلیم کرلیا ہے لیکن اگر وہ براسہ اپنا عطیہ تمام یا بعض واپس لے لینے کا ارادہ کرے تو اسوقت نہ واہب دم مار سکتا ہے اور نہ موہوب الیہ کو انکار کرنیکی گنجایش رہتی ہے پس چونکہ اس قسم کے معاملات مین حرج عظیم کے واقع ہونے کا خوف ہے لہذا ایسے عطیہ مین حیلہ مالکانہ تصرفات سے شرع نے منع کر دیا ہے - قاضی القضاۃ محمد ارتضا علی خان اپنے فتاویٰ صدریہ مین قراخانیہ سے نقل کرتے ہین - کہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی املاک و خلوات مین مالکانِ انعام مالکانہ تصرفات رکھتے ہین - ایسے ہی یمن اور ملک شام اور مسجد اقصیٰ کا رواج ہے اور ہمارے ملک کے مشایخ بھی پہلے اسی طرح فتویٰ دیا کرتے تھے و عبارتہٗ

ولا یخفی علی الفقیہ ان الانعام الذی یقال لہ مدد معاش فی زماننا لا توقیت فیہ من یومٍ او اسبوعٍ او شہرٍ او سنۃٍ او سنتین او عشر او عشرین سنۃٍ الی غیر

ذالك من التوقيتات فيجوز فيه ما ذكر فى الكتب المعتبرة المذكورة التى جازت فى سائر الاملاك فان قلت اشتهر الرواية من ان الملك الذى يقال له مدد معاش لا يوهب و لا يورث ولا يباع هذا تناقض وتعارض فما وجه التوفيق واقتضاء ما هو التحقيق قلت بتوفيق من بيده ازمة التحقيق انه جازت تصرفات فى حق مالك الانعام ولا يجوز فى حق الملك ان وهب اوقسم اواشترى اوباع اوجار ما دام السلطان سلم وقدر الملك فى حقه لا يجوز له ولا لورثته ان يفسخوا اويأخذوا من يد الموهوب له والمقسوم عليه ولا من غيرهما لان التصرفات المذكورة من الهبة والقسمة وغيرها صحت فى حق المالك فلا يجوز الفسخ والاخذ - ولو اخذ السلطان الملك كله او وضع بعضه لا يقدر الموهوب له ولا المقسوم عليه وغيرهما ان يتنفسوا و يتكلموا فيه - و لهذا يقال انه لا يوهب ولا يورث ولا يباع بخلاف الهبة والقسمة والبيع فى الملك الحقيقى - ايضاً - رأيت المالك الانعام فى الخلوات والاملاك التى فى المكة المباركة والمدنية الميمونة زادهما الله شرفا وقدرا - وديار اليمن وسمعت تواترا من افواه الرجال ان هذه التصرفات جارية فى الشام وفى المسجد الاقصى ايضاً وكانوا يفتون مشايخ ديارنا على جواز هذه التصرفات ولا يخفى ايضاً على الفقيه ان فى ذالك ليس فى الدين حرج ۱۲ -

توجیہ بالا میں ظاہرا ایک گونہ تسکین ہے لیکن اصلی شبہ کے لیئے چنداں مفید نہیں ہوسکتی -

توضیح عام فقہی کتابوں میں تصریح کی گئی ہے کہ مستحقین بیت المال کے لیئے اراضی بیت المال بمنزلۂ وقف ہے اور سلطان کو اختیار ہے کہ اس میں سے بعض حسب استحقاق مستحقین بروجہ تملیک رقبہ عطا کرے اور خواہ رقبہ محفوظ رکھکر اسکا منافع وخراج ہبہ کردے جیسے کہ

ہم نے اسکو بیان کیا ہے۔ اور یہ دونون صورتین حقیت وقف کے خلاف ہین کیونکہ حقیقت وقف مین موقوف علیہ شے موقوفہ کا کسی طرح مالک نہین بن سکتا۔ صرف اسکے منافع کا ہی مستحق سمجھا جاتا ہے۔ اور عطائے سلطانی کی شق اوّل مین معطیٰ لہ انعام کا مالک سمجھا جاتا ہے اور احکام عطا اسپر سے ساقط ہو جاتے ہین۔ اما الاراضی التی اعطاھا الامام تملیکا فیجری فیہ منہا جمیع ما یجری فی الملک (عمدۃ الرعایہ فی حل شرح وقایہ) دوسری شق کی نسبت لکھا ہے ولہ ان یخرج متی شاء کہ جسطرح امام کو انعام دینے مین اختیار ہے ایسی ہی اسکے واپس لے لینے کا بھی وہ مختار ہے گویا معطیٰ کا حق ملک بحالہ قائم رہتا ہے حالانکہ واقف شے موقوفہ کو مسترد نہین کرسکتا کیونکہ وقف کر دینے کے بعد اسکا حق ملکیت اس پر سے زائل ہو جاتا ہے پس عطا کی دونون صورتین حقیقت وقف کے خلاف ہین دوسری جگہ لکھا ہے عطایائے سلطانی حقیقۃً ارصادات ہوتے ہین اوقاف نہین ہوتے کیونکہ اراضی بیت المال بادشاہ کا ملک نہین ہے بلکہ بادشاہ محض اسکا متولی ہے اور ارصادات کے شرائط کی پابندی چندان لازمی نہین ہے۔

لیکن تعامل سلف وحال اس کے خلاف شہادت دیتا ہے خود رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اراضی بیت المال بروجہ تملیک عطا فرمائی ہے اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان نے بھی اسی پر عمل کیا ہے اور آجتک بھی سلاطین اولوالعزم کا اسپر عمل چلا آتا ہے جسکی تحقیق وتبیین متن رسالہ مین زیر بحث العطاء مذکور ہو چکی ہے پس جب بادشاہ ایک شخص کو منافع اراضی بیت المال کے ہبہ کر دینے کا حقیقۃً مختار نہین تو وہ اس اراضی کو بروجہ تملیک عطا کرنے کا کیسے مختار ہو سکتا ہے۔ باوجودیکہ عطیہ رقبہ اراضی بیت المال بروجہ تملیک زیادہ تر مضعف تقویت سلطنت ہے مگر تمام فقہا نے بصراحت الفاظ اُسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے لیکن شق ثانی یعنی عطائے منافع اراضی بیت المال مین جو بہ نسبت شق اول کے اضعف وکمزور ہے

بہت کچھ کلام کی ہے اور اس مین اسقدر اضطراب ہے کہ جس کے دیکھنے سے کوئی معتد بہ نتیجہ برآمد نہین ہوتا ذیل مین اسکے متعلق فقہائے کے چند اقوال درج کئے جاتے ہین۔ (۱) کہا ہے یہ ایک طرح کا وقف ہے لیکن معطی کا حق ملک اس سے زائل نہین ہوتا اسلیے معطی لہ اس مین مالکانہ تصرف نہین کر سکتا۔

(۲) مدد معاش مؤبّد (جس مین کسی خاص وقت کی قید نہین اور اس سے دوام واستمرار سمجھا جاتا ہے) صدقہ مملکہ ہے اس مین ارث وغیرہ احکام ملکیت کے جاری ہوتے ہین قال الکرخی وعامۃ المشائخ لو تصدّق سلطان علی مستحق ارض من بیت المال وجعل لبعدہ لاولادہ واولاد اولادہ ابداً الی قاتنا سلوا ان ھذا صدقۃ مملکۃٌ ویجعل لبعدہ لاولادہ بحسب المیراث صـ۳۹۶ـدیہ بہر ارتضا علیخان قاضی القضاۃ (۳) ایسے صدقہ مین میراث بطریق وقف جاری ہوتی ہے کیونکہ یہ صدقہ موقوفہ ہے اس مین ذکور واناث مساوی حصہ پاتے ہین پوتا اور نواسا اس مین یکسان ہے صـ۱۹۱ـ عالمگیریہ جلد دوم وقاضی خان فصل الوقف علی الاولاد واولادہا

(۴) سلطانی عطایا ارصادات ہین ان کے شروط کی پابندی لازمی امر نہین ہے وانہ حیث کانت ارصاداً لا یلزم مراعاۃ شروطہا لعدم کونہا وقفاً صحیحاً۔ ردالمحتار باب مطلب اوقاف الملوک (۵) اس قسم کے عطیہ کا دوام واستمرار حاکم وقت کے تابع رہتا ہے ولہ ان یخرج متی شاء غایت صفحہ ۴۹۶ جلد دوم (۶) جایز ہے بیت المال کی مزروعہ زمین بروجہ تملیک عطا کرنا کیونکہ رقبہ زمین مثل مال کے ہے اذلا فرق بین الارض والمال فی الدفع للمستحق فاعلتم ھذہ الفائدۃ فانّی لم ار من صرح بہا وانّما المشہود تملیک الخراج مع بقاء رقبۃ الارض لبیت المال۔ ردالمحتار علی درالمختار مصری صـ۲۷۳ـ جلد سوم (۷) دفتر بیت المال مین اگر کسی مستحق کا استحقاق ثابت ہو چکا ہے اور امام نے اسکے لیے کچھ مقرر کر دیا ہے تو اُس کی ذریت کیلیے بھی تبعاً حق قایم ہو جاتا ہے اور معطی لہ کے مرنے سے وہ ساقط نہین ہوتا۔ ان من کان مستحقاً

فی بیت المال و فرض لہ استحقاقہ فیہ فانہ یفرض لذریتہ ایضًا تبعًا ولا یسقط بموتہ

صفحہ ۲۶۹ رد المختار جلد سوم ایضًا بعد تقرر معطی لہ سے عطا کا واپس لینا جائز نہین ہے ۔ لیس للامام ان یخرج شیئًا من ید احدٍ الا بحق ثابت معروف مہدویہ صفحہ ۶۱۷۶ جلد دوم مصر

(۸) عطایاے سلطانی ارصادات ہین اور اسکا نقض اور اسکو مستحق کے ہاتھ سے واپس لینا جائز نہین ہے ویکون الارصاد فلا یجوز نقضہ ولا اخراجہ من ایدی مستحقیہ صفحہ ۴۴۹ مہدویہ جلد دوم باب الوقف وغیرہ وغیرہ ۔

ان متضاد اقوال پر غور کرنے اور عام تعامل سلاطین اولو العزم کے مطالع سے معلوم ہوتا ہے کہ عطاے سلطانی تین قسم پر ہے (۱) عطاے رقبۂ ارض بروجہ تملیک (۲) تملیک منافع صرف بدون رقبہ ۔ قسم اول مین معطی لہ کامل طور پر مالکانہ تصرف کرسکتا ہے اور قسم دوم مین مالکانہ تصرف نہین کرسکتا اور اس مین توریث بطریق وقف جاری ہوتی ہے ان دونو عطیون کا واپس لینا جائز نہین کیونکہ کامل التصرف بادشاہ نے جب ایک چیز ایک مستحق کو بروجہ تملیک عطا کردی ہے تو اسکا واپس لینا کسی صورت مین جائز نہین ہوسکتا وان من اقطعہ السلطان الولاۃ المہدیون فلیس لاحدٍ ان یرد ذالک صفحہ ۳۲ خراج ابی یوسف ۔ غایت الاوطار مین ہے معافیدار چونکہ انتفاع اراضی اور خراج کا مالک ہے اس لیئے وہ اسکو اجارے پر دے سکتا ہے اور علامہ قاسم کا اسکی صحت پر فتویٰ ہے صفحہ ۱۹۵ غایت الاوطار بریلی

(اول) عطاے رقبہ ارض بیت المال } ۱۔ عطیۂ رقبہ زمین معہ خراج زمین اسکو انعام مؤبد و مخلد کہتے ہین ۔
اسکے دو قسم ہین ۔ } ۲۔ عطیۂ محض رقبہ بدون خراج اسکو ہماری آجکل کی اصطلاح مین پٹہ دوامی کہتے ہین

(دوم) عطاے منافع ارض بدون } ۱۔ تملیک منافع علی الدوام اسکو مدد معاش مؤبد و مخلد کہتے ہین
رقبہ اسکے بھی دو قسم ہین } ۲۔ تملیک منافع مؤقت جسکا اجرا ایک معین حد تک ہوتا ہے ۔

(سوم) عطاے علی الوجہ البر والاحسان ۔

(۳) عطا بروجہ بدون تملیک رقبہ و تملیک منافعہ یہ عطیہ دو طریق پر ہو سکتا ہے اول بطریق اقطاع اجارہ گویا معطیٰ لہ کو ایک معینہ استحقاق کے عوض ایک قطعہ زمین کا اجارہ دیدیا جاتا ہے دوم بطریق اقطاع اعارہ گویا معطیٰ لہ کو محض انتفاع کے لئے اراضی بیت المال عارتیاً عطا کیجاتی ہے قولہ ولِلاِمام ان یخرجہ متی شاء (یعنی امام مختار ہے کہ جب چاہے معافیدار سے جاگیر واپس لے لی) کا تعلق اس تیسری قسم کے عطیہ کے ساتھ ہے۔ وجہ اول میں اسطرح کہ چونکہ وہ ایک قسم کا اجارہ ہے اور وہ احدالمتعاقدین کے فوت ہوجانے سے فسخ ہوجاتا ہے اسلیئے معطیٰ لہ کہ در اصل وہ مستاجر ہے کہ فوت ہوجانے سے اسکے ورثہ تجدید و ثانت کے محتاج رہجاتے ہیں۔ ایسے ہی معطی کہ درحقیقت موجر ہے کے فوت ہوجانے یا اسکے معزول ہوجانے سے عہد عطائے قدیم فسخ ہوجاتا ہے اور آیندہ کے لیئے اسکا اجراء جدید حاکم کی رائے پر موقوف رہتا ہے اور وجہ ثانی یعنی عاریت میں معطی جب چاہے عطیہ واپس لے سکتا ہے کیونکہ عاریت محض احسان و برّ ہے کسی قسم کا عہد نہیں ہے اس تقریر کی رو سے فقہاء کے تمام اقوال بجائے خود سند و دلیل بن سکتے ہیں اور ان میں کسی قسم کا تعارض نہیں رہتا۔ امید ہے کہ اگر ناظرین حضرات غور کرینگے تو اس تقریر کو عام توہمات سے اوفق باقوالِ فقہاء پائینگے۔ مؤلف۔

احیائے موات

افتادہ زمین کا آباد کرنا۔

(۱) ارضِ میتہ[۱] اس غیر آباد بنجر زمین کو کہتے ہیں جسپر زراعت کے آثار عمارت اور

---

[۱] ارضِ میتہ اسکی دو قسم ہیں۔ (۱) وہ زمین کہ ہمیشہ سے بنجر وغیرہ آباد ہے۔ اور کسی کی ملک نہیں (۲) وہ آباد ہوکر بنجر بن گئی ہے۔ اس قسم کی زمین اگر ملک کفار سے مسلمانوں کے قبضہ میں آئی ہے تو اس کا حکم بھی ارض موات دائمی کا ہے لسے ارضِ عادیہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اکرم علیہ السلام نے کہ زمین عاد اللہ و رسول کی ہے پھر وہ تمہاری ہے میرے حکم سے۔ اگر زمانۂ اسلام میں مسلمانوں کے

بنا کے علامات نہ پائے جائیں ملحقات قریہ۔ چراگاہ دواب۔ اور محطب اہل قریہ نہ ہو۔ قبرستان یا کسی اور ضرورت باشندگان قریہ کے لیئے نہ چھوڑی گئی ہو۔ کسیکی ملک اور حرمت مین نہ ہو اور نہ کوئی شخص اسپر قابض ہو اور نہ اسکا دعویدار ہے۔

قال ابو یوسف الارض المیتة وھی ارض لا یری علیھا اثر زراعةٍ ولا بناء لاحدٍ ولم یکن فیئاً لاھل القریةِ ولا مسرحاً ولا موضع مقبرةٍ ولا موضع محطبھم ولا موضع مرعی لدوابھم واغنامھم ولیست بملكِ الاحدِ ولا فی ید

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵ - قبضہ مین آجانے کے بعد آباد ہوکر بنجر بن گئی ہے اور ارباب زمین معروف ہین تو حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہی قدیمی مالک اسکے مختار ہین ایسی زمین کی اقطاع جایز نہین اور اگر اسکے ارباب معروف نہین ہین تو اس کا جاگیر و انعام مین دیدینا جایز ہے۔ لیکن اگر ارباب زمین اس کے آباد کرنے سے عاجز ہین اور وہ زمین خراجی ہے تو امام کو چاہیے کہ وہ اسے بطریق اجارہ یا مزارعۃ دوسرے شخص کو دیدے اور اسکی آمد سے خراج زمین اور حق مزارعۃ وضع کر لینے کے بعد بقیہ مالک اول کو دیدے۔ لیکن اگر کوئی متاجر یا آبادکار نہ ملے تو وہ اسے ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر فروخت کرسکتا ہے جو خراج زمین کے ادا کرنے پر قادر ہے اور قیمت زمین مالکان اول کا حق ہے اور اگر وہ زمین لاوارث ہونے کے باعث بیت المال مین داخل ہوگئی ہے اور کسی مصلحت سے حاکم وقت نے اسکو فروخت کردیا ہے اور اسکی قیمت بیت المال مین جمع ہوچکی ہے۔ تو اس زمین پر سے خراج ساقط ہوجاتا ہے بوجہ عوض لے لینے کے قال لان ملکھا بالاحیاء والملك لایزول بالترك (قرآن خوانی فصل ارض موات) ایضاً لو عجز الرجل عن زراعة ارضہ وھی خراجیةٌ دفعھا الامام الی من یقدر علی الزراعة فیاخذ الخراج ویدفع الفضل الی رب الارض بعد حصة الزراع فان لم یجد متاجرا او مزارعاً باعھا من یقدر علی خراجھا ایضاً وان صارت لبیت المال لموت مالکھا وباعھا الامام والحالة ھذہ فلا یجب علی المشتری خراج لما ان الامام قد اخذ الثمن لبیت المال ایضاً قال والعشر واجب علی تولیھما وان کان الارباب ساکین

(تحفہ مرضیہ لابن نجیم)

احیِ فہی مواتٌ ص۳۶ خراج ابی یوسف فصل فی موات الارض)

(۲) اگر کسی شخص کو ارض میت بغرضِ احیا عطا کیجائے تو بعد احیا وہ اُسکا مالک بنجاتا ہے اور اپنے اختیار سے دوسرے املاک کی طرح اس زمین کو بیع وہبہ ووقف کرسکتا ہے۔ بادشاہ وقت اور اُن مالکانِ ملک کیلئے جو بعد میں والی مملکت ہوں جائز نہیں ہے کہ آباد کار سے آباد کی ہوئی زمین واپس کرلیں[ل] - آباد کرنے والا مسلمان ہے خواہ ذمّی دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ قَالَ ابو یوسف الارضُ المواتُ التِی لَاحقّ لِاَحدٍ فیہا وَ لَا مِلکَ فمن اَحیَاھا فہی کذالک فہی لہ یزرعُھا ویزارعھا ویواجرھا ویکری فیہ الانہار ویعمرھا بمافیہ مصلحتُہا۔ ص۳۶ خراج ایضًا لیس لِلامام اِخراج عنہ

ل واپس لینا اسلیئے جائز نہیں کہ بیت المال کی بنجر زمین کو باذن امام قابل زراعت بنانے والا شخص بلاشبہ اسکے رقبہ کا مالک بنجاتا ہے جیسے کہ متن کی مصرحہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اس کے خراج یا عشر کا وہ مالک نہیں ہوسکتا جب تک کہ امام وقت اس کی معافی کی تصریح نہ کرے۔ پس اگر امام نے ایک شخص کو بیت المال کی بنجر زمین معہ اُسکے خراج یا عشر کے ہبہ کردی ہے تو معطی لہٗ آباد کرلینے کے بعد رقبۂ زمین اور اسکے عشر یا خراج کا مالک بنجاتا ہے اور اپنے دوسرے املاک کی طرح اس میں آزادانہ تصرف کرسکتا ہے۔ اور اگر امام نے معافیٔ عشر یا خراج زمین کی تصریح نہیں کی تو مُعطی لہ صرف رقبہ زمین کا مالک متصور ہوتا ہے اور اس زمین پر سے عشر یا خراج ساقط نہیں ہوتا۔ لیکن آباد کار البتہ اس زمین کے رقبہ میں مالکانہ تصرف کرسکتا ہے۔ کتاب الخراج میں ہے کہ امام وقت نے بیت المال کی بنجر زمین اگر ایک مسلمان شخص کو آباد کرنے کے لیئے عطا کی ہے اور اُنے اس کو قابل زراعت بنالیا ہے تو وہ زمین بغرض احیاً عشری بنجاتی ہے۔ لیکن سلاطین حال آباد کار کو چند سال کے لئے آباد شدہ زمین کا خراج عطا کردیتے ہیں۔ اور یہی معاوضۂ احیا سمجھا جاتا ہے اور بعد ازاں اراضیات قرب وجوار کے لحاظ سے اسپر خراج معین کردیتے ہیں۔ (مولف)

لِاَنَّہٗ تَمَلَّکَہٗ بِالْاِحْیَاءِ۔ (رد المختار وغایۃ الاوطار صہ ۲۵۶ ج ۴)

استفتاء - ذمی زمین موات را احیا کرد شرعاً آن زمین را مالک شود یا نے۔

جواب - مالک شود ویملکہا الذمی بالاحیاء کما ملکہا المسلم لان الاحیاء سبب الملک الا عند ابی حنیفۃ مشروط باذن الامام (فتاوی قرآن خوانی فصل احیاءِ موات) ایضاً وھذا لا یختص بکون المحیی مستحقاً من بیت المال بل لو کان ذمیا ملک ما احیاہ رد المختار صہ ۲۷۳ جلد سوم

(۳) اگر کوئی شخص بدون اجازت امام افتادہ زمین آباد کرلے تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ بادشاہ وہ زمین اس سے واپس لے سکتا ہے۔ قد کان ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ یقول من احیا ارضا مواتا فھی لہ اذا اجازہ الامام ومن احیا ارضا مواتا بغیر اذن الامام فلیست لہ وللامام ان یخرجہا من یدہ ویضع فیہا ما رای من الاجارۃ والاقطاع وغیر ذلک لیکن حضرت امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں۔ اگر اسکے احیاء میں کسی قسم کا ضرر اور نقصان نہیں تو اذن عام پیغمبر علیہ السلام (من احیا ارضا میتۃ فھی لہ) سے وہ شخص اسکا مالک بنجاتا ہے اور اگر اس میں کسیطرح کا ضرر ہے تو امام وقت اس سے واپس لینے کا مختار ہے حسب مضمون حدیث شریف۔ (ولیس لعرق ظالم حق) وما قال ابو حنیفۃ قال لیکون فصلا فیما بینھم من خصوماتہم واضرار بعضہم ببعض اما انا فارای اذا لم یکن فیہ ضرر علی احد ولا لاحد فیہ خصومۃ ان اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جائز الی یوم القیمۃ فاذا جاء الضرر فھو علی حدیث ولیس لعرق ظالم حق صہ ۳۷ کتاب الخراج باب موات الارض مطبوعہ مصر۔

استرداد و عدم استرداد عطیہ

(۱) اگر کسی شخص کو سلطان وقت نے اپنی زر خرید زمین یا اپنی آباد کی ہوئی زمین ہبہ کر دی ہے یا بیت المال کی بنجر زمین بطریق انعام مؤبد و مخلد عطا کی ہے تو معطی لہ اس قسم کی تمام اراضی پر مالکانہ تصرف کر سکتا ہے اور اسکے بعد اسکی اولاد اس زمین کی جائز وارث سمجھی جائیگی۔ ایسی عطا کا واپس لینا جائز نہیں۔

قال لو اقطع السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم اقطعہا جاز وقفہ لہا۔ ص ۲/۲۹۴ غایت اور کہا ہے معطی لہ کا وقف کرنا اس واسطے صحیح ہوا۔ کہ وہ زمین مذکور کا مالک ہو گیا ہے بملک حقیقی اسلیئے اسکے جمیع مالکانہ تصرفات جائز ہین (شرح غایت)

ایضا الانعام المؤبد والمخلد یدخل فی ملك فیباع و یوهب و یورث (صدریہ عن القنیہ) ایضا قال ابو یوسف ولان من اقطعہ الولاۃ المہدیون فلیس لاحد ان یرد ذلك ص۳۲ خراج۔

(۲) اگر کسی شخص کو دواماً و استمراراً منفعت جاگیر بدون رقبۂ زمین عطا کیگئی ہے تو ایسی عطیہ کا اگرچہ معطی لہ مثل موقوف علیہ مالک متصور نہین کیا جا سکتا تاہم معطی کو ایسے عطیہ کا واپس لینا جائز نہین۔ اس قسم کے عطیہ مین بطریق وقف ارث جاری ہوتی ہے

قال للامام ان یعطی الوظیفۃ لزید و اولادہ و احفادہ فیقسم بینہم بالتسویۃ ولا یفضل ذکور علی الاناث و یدخل فیہم اولاد البنات (ص۳۹ صدریہ عن شرعیۃ الاسلام) ایسے ہی ارصادات سلطانیہ کا بھی یہی حکم ہے کہ بعد تقرر اس کا نقض جائز نہین ہے۔ البتہ امام اگر اسکے شرائط کی کمی و بیشی مین مصلحت دیکھتا ہے تو اسکو اختیار ہے کہ مصلحت وقت کیموافق عمل کرے لیکن یہ جائز نہین ہے کہ جس غرض

کیلئے وظیفہ جاری کیا گیا ہے اُس سے اور استحقاق معطی لہ سے بالکلیہ اعراض کرکے عطا کو ضبط کرلے اسلیئے کہ عدم رعایت شروطِ ارصاد کے معنی وظیفہ کا ضبط کرلینا نہین بلکہ مصلحت وقت کے موافق اُس مین اصلاح کردینا ہے۔ قال واذا علمت ذلک کلہ نعلم صحۃ الارصادِ لاراضی بیت المال وغیرھا ولو علی معیّنٍ حیثُ کان المرصَد علَیہِ مِنْ مصارفِ بیت المالِ۔ ویکونُ الارصادُ مالا یجوزُ نقضہ ولا إخراجُہ مِنْ ایدی مُستحِقّیہِ غیرَ اذ لیس وقفاً حقیقیاً فلا تراعی شروطہ بالمعنی السابقِ وھوانہٗ اذارای ولیُّ الامرِ المصلحۃ فی زیادۃٍ فیہِ اونقصٍ فی مصارفِ الوقف المذکور یسوغ لہٗ ذٰلک ولیس المرادُ انْ یصرفہٗ عنِ الجھۃ التی عُیّنت فی الارصادِ کان یمنع من عُیّن فیہ ویصرف استحقاقہٗ لغیرہ وحینئذٍ لا یصحّ العدول عنہا ذکر ص ۶۴۹ مہدویہ جلد دوم باب الوقف۔ ایضاً وانّما لم یکنْ وقفاً حقیقۃً لعدمِ ملک السلطان لہ بل ھو تعیینُ شیءٍ مِنْ بیت المالِ علی بعضِ مُستحقیہ فلا یجوزُ لِمَن بعدہ ان یغیّرہ ویبدّلہ کما قدّمنا ذٰلک صـــ۳۰۰ـــ ۲ ردالمحتار علی درالمختار مصری۔ ایضاً بیت المال مصالح مسلمین کے واسطے ہے اور جو لوگ اسکے مستحق اور اسکے مصارف سے ہین اُن کے لئے بیت المال سے کچھ اراضی کا جدا کردینا بالاتفاق جایز ہے تا بسہولت اُنکو پہنچ جایا کرے حق ان کا اسلیئے کہ فقراء ضعفاء اور فقہاء وغیرہ مستحقین کا بادشاہون کے پاس پہنچنا متعذر و متعسر ہے اسکو ارصاد کہتے ہین اور بعد تقرر اسکا نقض جایز نہین ص ۴۹۵ ج ۲ غایۃ م۔ بریلی۔ ایضاً ردالمختار مین ہے۔ امام کیلیئے جایز ہے بیت المال کی مزروعہ زمین بروجہ تملیک رقبہ عطا کردینا جبکہ وہ اس مین مصلحۃ دیکھتا ہے جیسے کہ مال کا

دینا اسکے لئے جایز ہے اسلیئے کہ آباد زمین اور مال کے عطا کرنے مین کچھ فرق نہین اور یہ وہ فائدہ ہے کہ کسی نے اسکو بیان نہین کیا اور عام کُتب مین مشہور یہ ہے کہ اقطاع تملیکِ خراج مع بقائے رقبہ کا نام ہے۔ قال فھذا یدل علی ان للامام ان یعطی الارض من بیت المال علی وجہ التملیک لرقبتہا کما یعطی المال حیثُ رای المصلحۃ۔ اِذلا فرق بَین الارضِ والمالِ فی الدفع للمستحق فاغتنم ھذہ الفائدۃ فانی لم ار مَن صرّح بہا واِنّما المشہور فی الکتب انّ الاقطاع تملیک الخراج مع بقاء رقبۃِ الارضِ لبیت المال صـ۲۷۳ جلد سوم رد المختار علی در المختار مصری۔

مہدویہ مین ہے سلطان ظاہر برقوق نے اپنی عہد سلطنت مین جب دیکھا کہ سلاطین گروّیہ نے مصری بیت المال کے اراضیات مین سے بقدر نصف اراضیات کے بطریق عطیات وارصادات لوگون مین تقسیم کر دیا ہے تو اس نے ان تمام کو یکقلم بند کر دینے کا قصد کر لیا۔ اس خیال سے کہ یہ جاگیرین لوگون نے محض رسوخ اور حیلون سے حاصل کر لی ہین اور اس غرض کے لیئے اس نے ایک عظیم الشان مجلس کو ترتیب دیکر اس مین بڑے بڑے مشاہرینِ مذہب ومشائخین ملۃ مثل شیخ الشیوخ مُفتی عصر اکمل الدین شارح ہدایہ وعلامہ علی الاطلاق سراج الدین عمر والبلقینی وعلامہ برہان کو جمع کیا۔ آخر کار بالاتفاق یہ طے پایا کہ دفتر بیت المال مین سے اس کے مُستحقین کے نام پر از قسم نقد واراضیات ووظائف وغیرہ جو کچھ جاری ہو چکا ہو جب تک کہ وہ اسکا مصرف ہے۔ اس عطیہ کا نقض کسی صورت مین جایز نہین۔ قال واراد السلطانُ الظاہر برقوق نقض کُلِّ ما ارصدَہ ملوکُ الدّولۃ

الکُردِیۃ مِنْ بَیْتِ مَالِ مِصْرَ وَقَالَ اِنَّہٗ اُخِذَہٗ بِالْحِیْلَۃِ مِنْ بیتِ المَالِ وَقَدْ اِسْتَغْرَقَ لِنِصْفِ اراضی بیت المَال وعقد لِذٰلِکَ مجلسًا حافلاً حضرۃ شیخ الشیوخ الشَیخ اکمل الدین شارح الھدایۃ المُسَمّٰی بالعِنایۃِ شیخ السّادۃِ الحنفیّۃِ فی عصرہٖ وَعَلَّامَۃِ الدُّنیا علی الاطلاق سراج الدین عمر والبلقینی والبرھان بن جماعۃٍ وغیرھم وَاتَّفَقُوا عَلٰی اَنَّ مَا اُرصِدَ مِنْ جامکیّۃٍ اوطینٍ اورزقٍ یخرج مِنْ بَیْتِ المَال وَمِنَ الدیوانِ عَلٰی مَنْ کَانَ مصرِفًا مِنْ مصارف بیت المال اَوْ سبیل اِلٰی نقضہ والفصل المجلس[۱] علٰی ھٰذا صفحہ ۶۴۸ مہدویہ جلد دوم مصریہ باب الوقف

(۳) اگر کسی شخص کو منفعت اراضی محض بطریق بر و احسان بدون تملیک رقبہ زمین و تملیکِ منافع عطا کی گئی ہے تو چونکہ اس قسم کے عطیات ایک قسم کے اقطاع اعارہ یا اقطاع اجارہ ہوتے ہیں اسلئے اسکا دوام و استمرار ہمیشہ حاکم وقت کی رائے پر موقوف رہتا ہے وہ مختار ہے چاہے اسکو بحالہ قائم رکھے اور چاہے واپس کرلے

[۱] والفصل المجلس علی ھٰذا مشاہیر علمائے حنفیہ کے اس محققانہ فیصلے اور مستند فقہا کی دوسری مذکورہ روایات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے۔ کہ اقطاع اراضی بیت المال یعنی تملیک خراج زمین بدون رقبہ زمین خواہ وہ حقیقۃً وقف ہے خواہ ارصاد ہے بہر وجہ اسکا نقض و فسخ جائز نہیں ایسے ہی رد المحتار کی تنقید مُصرّح ہے کہ سلاطین کو اراضی بیت المال میں تصرف کرنیکا پورا پورا حق حاصل ہے اور جب ان میں سے کسی ایک نے اپنے کامل اقتدار سے ایک مستحق کے لئے اقطاع اراضی بیت المال بروجہ تملیک رقبہ خواہ بروجہ تملیک خراج تجویز کیا ہے تو اسکا فسخ ہرگز قرین مصلحت نہیں اور یہ کہ جسطرح بیت المال کی بنجر زمین کو بروجہ تملیک رقبہ عطا کرنے کا امام کو حق ہے اسیطرح وہ اسکی مزروعہ زمین کو بھی بروجہ تملیک عطا کرسکتا ہے۔ (مؤلف)

اور معافی دار کے مرنے کے بعد خواہ اسکو اسکے تمام ورثہ مین تقسیم کردے خواہ کسی ایک پر خواہ اجنبی کو دیدے خواہ مزارعین کو خراج تشخیص کرکے دیدے۔ قال اذا اعطی السلطان لرجل خراج الارض لایسع ذلک الرجل ان یبیع تلک الارض او یھبھا وان للامام ان یخرجہ متی شاء (غایت ص۴۹۶ ج۲) یعنی امام وقت مختار ہے جب چاہے وہ اس قسم کے معافی دار کو جاگیر سے بیدخل کرسکتا ہے۔ ایضاً اذا اعطی السلطان لرجل خراج الارض لایسع ذلک الرجل ان یبیع تلک الارض او یھبھا ولا یصیر بعد موتہ ملکا لورثتہ لانھا لم تکن ملکا لہ فکیف یکون ملکا لورثتہ لہما ص۳۹۶ صدریہ عن الذخیرۃ یعنی عطایائے برواحسان ترکہ و میراث نہین ہوتے۔ اسلئے کہ اس قسم کے عطیات مین نہ رقبہ زمین معطیٰ لہٗ کی ملک ہوتا ہے نہ اسکا خراج بلکہ بطور عاریت وہ محض انتفاع کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ ایضاً قال ولا یعتبر بعد موتہ ملکا ولا تورث عنہ وھی لمن فوضھا السلطان ایضاً اذا اعطی الامام ارضا لرجل بوجہ الادرار والاستحقاق لا یملک لان بعد الموت یحتاج الورثۃ الی اذن الامام ص۳۹۱ صدریہ عن التاتارخانی۔ ایضاً مصنف رسالہ حقیقت زمینداری لکھتے ہین۔ تیمور نے یہ حکم دیا تھا کہ تمام فقراجمع کیجائین اور انکے واسطے خوراک معین کیا جائے۔ اور ایک نشان کے ذریعہ سے ان کی شناخت کیجائے تاکہ اسکے بعد وہ بھیک نہ مانگ سکین اور اگر التمغا کے بعد وہ بھیک مانگتے ہوئے پائے جائین تو انکو جلاوطن کردینا چاہیئے (رسالہ حقیقت زمینداری ص۹۱) ظاہر ہے کہ اس قسم کے عطیات التمغا سے پادشاہ مذکور مورو ثی فقیر و گداگر کی ایک فرقہ قایم کرنا نہین چاہتا تھا۔

(۴) بیت المال کی بنجر زمین اگر کسیکو عطا کیجائے اور وہ تین سال کے اندر اندر تمام یا بعض کو آباد کرے تو وہ آباد شدہ رقبہ اراضی کا مالک بنجاتا ہے۔ ایسی زمین کا واپس لینا جائز نہیں۔ لیکن اگر وہ اسے بلا وجہ معقول پڑا رہنے دے اور اسپر تین سال گذر جائیں تو اسپر سے حکم جاگیر منقطع ہوجاتا ہے۔ امام وقت اسے واپس لے سکتا ہے۔ عن طاوس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن احیا ارضا میتۃ فہی لہ ولیس لمتحجر حق بعد ثلاث سنین ایضا ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال علی المنبر من احیا ارضا میتۃ فہی لہ ولیس لمحتجر حق بعد ثلاث سنین[۵۱] صـ۳۷ (خراج ابی یوسف)

(۵) ارض میتۃ اگر آباد ہونے کے بعد بنجر بن گئی ہے یعنی معطی لہ یا اسکے ورثا نے

---

۵۱ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قبل گزرنے تین سال کے جاگیردار سے تعرض کرنا جائز نہیں بحجۃ عمل حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ ابو یوسف ابی نجیح اور وہ عمرو بن شعیب اور عمرو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگیر دی مزنیہ یا جہینیہ کے لوگوں کو لیکن انہوں نے اسکی طرف توجہ نہ کی اور زمین کو آباد نہ کیا۔ اور ایک دوسری قوم کے لوگوں نے اسکو آباد کر لیا چنانچہ یہ جھگڑا بہ زمان خلافت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت خلیفہ زمان کے سامنے لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ جاگیر اگر میں دیتا یا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور معطی لہ اسے آباد نہ کرتے تو البتہ میں لوٹا لیتا اسکو لیکن چونکہ یہ عطیہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اسلئے میں اسکو لوٹانا نہیں چاہتا پھر فرمایا جسکو زمین احیار کے لیئے عطا کی گئی ہے اور اسنے اسکو تین برس تک آباد نہیں کیا اور اس کے بعد کسی ایک اور شخص نے اسکو آباد کر لیا تو وہی حقدار ہے جسنے اسکو آباد کیا ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک تعین مدت کی ضرورت نہیں وہ فرماتے ہیں اس قدر عرصہ معتبر ہے جس میں وہ زمین آباد ہو سکتی ہے۔

آباد کر لینے کے بعد اسکی کاشت کرنا ترک کر دیا ہے جس سے وہ دوبارہ ویران ہو گئی ہے اور وہ خراجی زمین ہے تو امام وقت اسکے مالک کو آباد کرنے یا اسکو فروخت کر دینے پر مجبور کر سکتا ہے لیکن ایسی زمین کا اقطاع جایز نہین اور نہ امام کو واپس لینا جایز ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص بدون رضامندی مالک اول اسپر قبضہ کر کے اسے آباد کر لے تاہم امام کو چاہیئے کہ وہ اس سے واپس لیکر مالک اوّل کو دیدے ۔ ابن نجیم تحفہ مرضیہ مین لکھتے ہین کہ زمین آباد ہو جانے کے بعد اگر بنجر بن گئی ہے اور اسکے ارباب معروف ہین تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہی قدیمی مالک اسکے مختار ہین اور اگر وہ خراجی زمین ہے اور اسکا مالک اسے آباد نہین کر سکتا تو امام وقت کو چاہیئے کہ اسکے آباد ہونے کا اہتمام کرے اسطرح کہ اجارہ یا مزارعۃ پر دوسرے شخص کو دیدے اور پیداوار مین سے خراج لے لینے اور حق مزارعۃ ادا کر دینے کے بعد بقیہ مال مالک اول کو دیدے اور اگر چاہے تو وہ فروخت بھی کر سکتا ہے اور قیمت مالک اوّل کا حق ہے ۔ قال عجز رجل عن زراعۃ ارضہ وھی خراجیۃ دفعھا الامام الی من یقدر علی الزراعۃ فیأخذ الخراج ویدفع الفضل الی ربّ الارض بعد حصۃ الزّراع فان لم یجد مستاجرًا او مزارعًا باعھا من یقدر علی خراجھا ویدفع القیمۃ الی ربّ الارض (تحفہ مرضیہ لابن نجیم)

الاستفتاء ۔ زید گر زمینے را زندہ کرد بعد احیاء ترک آورد و زراعت نکرد و عمرو آنرا زراعت کرد شرعًا بدین زمین زید احق باشد یا عمرو ۔

جواب ۔ زید احق است قال ولا یصح ان الاول ینزعھا من الثانی لان ملکھا بالاحیاء والملک لایزول بالترک اما اذا ترکھا وعرض عنھا بطل حقہ وکان

حاشیہ دیکھو صفحہ ۴۴

الثّانی احقُّ بہا (قرآن خوانی) فصل احیائے موات۔

اولادِ مُعطیٰ لہٗ

(۱) عام متولّی بیت المال نے جب ایک شخص کا حق تسلیم کرلیا ہے اور دفتر بیت المال میں اسکا استحقاق مفروض ہوچکا ہے۔ تو بالتبع [۵] اسکی اولاد کیلئے بھی مفروض سمجھا

نوٹ صفحہ ۴۵ [۵] اما اذا ترکہا۔ مراد اس سے یہ ہے کہ مالک اول اس سے دعویٰ ملکیت اٹھالے اور دوسرا شخص باجازت امام اُسکو زندہ کرے کیونکہ تمام اس قسم کی لاوارث زمینیں اور وہ جن کو انکے مالکوں نے چھوڑ دیا ہے اور وہ جن کے مالکوں کا حال مشتبہ ہے اور معلوم نہیں وہ کسکی ملک میں نہیں منتقل ہوجاتی ہیں ملک بیت المال میں لہٰذا اراضی بیت المال کو بدون اجازت امام وقت زندہ کرنیوالا شخص اسکا مالک نہیں بن سکتا ایسے شخص سے امام وقت آباد کی ہوئی زمین واپس لے سکتا ہے جیسا کہ ہم نے زیر بحث احیائے موات مفصلاً بیان کیا ہے۔ فلیرجع (مولف)

[۵] بالتبع واضح ہو کہ اس صورت مسئلہ کا تعلق عطیہ انعام مؤبّد و مخلّد اور عطیہ مدد معاش کے ساتھ نہیں ہوسکتا کیونکہ ان دونوں عطیوں میں اولاد مُعطیٰ لہٗ اصالتاً مستحق حصہ و رسد عطیہ ہوتی ہے نہ تبعاً انعام مؤبّد میں اسلئے کہ وہ حقیقۃً مُعطیٰ لہ کا ملک ہوتا ہے اور مدد معاش میں اسلئے کہ وہ مُعطیٰ لہ اور اُسکی تمام اولاد کے لیے وقف ہوتا ہے پس معطی کی طرف سے جو حق مُعطیٰ لہ کو عطا ہوتا ہے وہی اُسکی اولاد کو بھی عطا ہوتا ہے مُعطیٰ لہ کے طرف سے نہیں بلکہ معطی کی طرف سے اسکی تحقیق بعض حواشی میں گذر چکی ہے۔ پس صورت مسئلہ بیمونہ کا تعلق عطیہ قسم ثالث یعنی عطیہ برو احسان ہی کیساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس قسم کے عطایا میں کسی طرح کی توریث جاری نہیں ہوتی جس سے مُعطیٰ لہٗ کی وفات کے بعد اسکی اولاد کا کوئی حق بطریق وراثت عطیہ میں ثابت نہیں ہوتا لیکن چونکہ یہ صدقہ ہے اور اس سے مُعطیٰ لہٗ کی اولاد پرورش پاتی ہے اور اسکے سوائے اونکی پرورش کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے لہذا یہ نظر ترحم و الطاف خسروانہ اسکا بند کردینا شایان شان امام وقت نہیں خصوصاً جبکہ اولاد معطیٰ لہٗ عنایات عطیہ کی اہل ہے لیکن ایسے وقت میں کہ وہ اس وظیفہ کی اہل

جاتا ہے اور مُعطیٰ لہ کی موت سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ اسکے فوت ہو جانے کے بعد
اولاد معطی لہ پر جاری کیا جائیگا۔ قال انّ من کان مستحقّاً فی بیت المال وفُرِض لہ
استحقاقہ فیہ فانہ یفرض لذرّیتہ ایضاً تبعاً ولا یسقط بموتہٖ سیّما اذا کانُوْا
مجتہدین فی سلوکِ طریقِ اٰبائہم صفحہ ۲۸۹/۳ - ردالمختار علی درالمختار۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۴۶ ہیں اور آیندہ میں بھی اُن سے اسکی اہلیت کی امید نہیں کیجا سکتی تو وظیفہ کا بند کر دینا ہی
ضروری ہے اسلیئے کہ ایسی نااہل قوم کی پرورش کرنا ضررِ مسلمین پر اعانت اور علم و دین کے ضایع کرنے میں
مدد و کوشش کرنا ہے اور یہ ظلم صریح ہے۔ کیونکہ وظائف بیت المال مستحقین بیت المال کے لئے
ہیں نہ فاسق و فاجر کے لئے اسی لئے امام وقت پر اہل وظایف کے حالات اور انکے چال چلن
کی نگرانی لازم ہے تاکہ اہل وظائف خدمات معیّنہ کو برابر ادا کرتے رہیں اور ان کی اولاد میں اسلاف
کے طریقہ کی پابندی رغبت پیدا ہو اور اگر وہ اپنے بزرگوں کی مقبول چال چلن کے پیرو نہیں ہیں
تو ان کا وظیفہ ضبط کر کے ایک دوسرے مستحق کو عطا کردے۔ اسلیئے کہ بسا اوقات وظائف اوقاف،
اہل وظائف کے فسق و فجور۔ کسل مندی۔ تن پروری۔ بے ہنری۔ جہالت۔ گمراہی۔ تکبر و غرور کا
باعث بنکر انکے وجود کو قوم و ملک کے لیے ایک خوفناک شخص بنا دیتے ہیں حقیقت میں بیت المال
کی معاش اور عام اوقاف کے امدادی وظائف سے شریف خاندانوں اور اہل علم کی صیانت
مقصود ہوتی ہے اور ملکی و قومی ترقی کے لیئے ذخیرہ وسائل کا بہم پہونچانا مدنظر ہوتا ہے تاکہ پسماندگان
شرفاء و عام اہل علم ضروریات معیشت سے بفراغ خاطر تحصیل کمالات و اکتساب فضائل میں مشغول ہوکر
اور ان کا وجود اخلاق حمیدہ و کمالات جمیلہ کا سرچشمہ بنکر فخر قوم اور اسکی ترقی کا ذریعہ بنا سکے۔ جس ملک
میں اوقاف کے اغراض کی کماحقہ نگرانی نہیں کیجاتی اور موقوف علیہم کو ان کے حال پر آزاد چھوڑ دیا
جاتا ہے۔ تو اس لاپرواہی سے صرف قوم موقوف علیہم ہی تباہ و برباد نہیں ہوتی۔ بلکہ اسکے وجود
کے زہریلے اثر سے اطراف و اکناف کے شرفاء بھی پایۂ اعتبار سے گرجاتے ہیں جس شخص نے
ہندوستان و عرب خصوصاً حجاز و یمن۔ عراق۔ عرب افغانستان اور بخارا وغیرہ کے مساجد۔ مدارس۔ خانقاہوں

ایضاً صاحب حاوی نے کہا ہے علمار و فقہاء وغیرہ مستحقین بیت المال کی ذریت کا حصہ معین کیا جائے اور جوان کی اولاد کے واسطے مفروض ہوا ہو وہ ان کی موت سے ساقط نہین ہوتا صفحہ ۱۰۵ غائت الاوطار بریلی -

ایضاً وقد ذکر علماءُ نا اَنّ مَنْ لحق فِی دیوان الخراج کا لمقاتلة والعلماء والمفتیینَ وَالفُقھاء وَطَلَبَةِ العلم یفرض لِاَوْلَادِھِمْ تبعًا وَلَا یُسقط بموت الْاَبِ صفحہ ۲۷۳ ج ۳ شامی

(۲) خدمات مشروط مثل قضارۃ و احتساب وغیرہ مین معطیٰ لہٗ کی وفات کے بعد آیندہ اجرائے عطا حاکم وقت کی رائے پر موقوف رہتا ہے - لیکن معطیٰ لہٗ کی خدمت کا عوض اگر دفتر عطا مین باقی ہے تو اس مین وراثت جاری ہوگی مثلاً قاضی یا محتسب اگر آخر سال مین بلا حصول عطا فوت ہوجائے تو اسکے ورثار کو عطائے زمان گذشتہ

بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷ - اور عام مسافرخانون کے قدیم اوقاف کے حالات کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ بے ساختہ یہ کہہ سکتا ہے - کہ قوم وملک کیلیے جسقدر اوقاف کی مد ضرررسان ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور چیز نقصان نہین پہونچا سکتی مگر ساتھ ہی اسکے یہ کہہ سکتے ہین - کہ یہ تمام خرابیان اوقاف کی عدم نگرانی اور قوم کی عدم توجہی کے نتائج ہین ورنہ فی نفسہ قوم وملک کی ترقی کے لیے مد اوقاف انفع وسائل اور نہایت کارآمد ذریعہ ہے شیخ علیہ الرحمۃ نے کہا ہے - گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ✦ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ - حموی کہتے ہین - اگر ایسا شخص مرجائے جسکا وظیفہ بیت المال مین بحق شرع واعزاز اسلام تھا جیسے امامت وغیرہ خدمات ہین اور میت کے بیٹون سے یہ امید ہے کہ وہ اس حق شرع کو قائم کرین گے اور اپنے باپ کی مانند اعزاز اسلامی کو ملحوظ رکھین گے تو سلطان کو چاہیئے کہ انکے باپ کا وظیفہ انہین کو عطا کرے - صاحب ردالمختار لکھتے ہین کہ اس قسم کے وظائف مین ذکور کی تخصیص ہے - اسلیئے کہ وہ تحصیل علم اور اشتغال بالعلم کرسکتے ہین - اور اگر میت کی اولاد لہو ولعب مین مشغول ہے اور خدمات وظیفہ سے غافل ہے تو اس کو یہ وظیفہ دینا جائز نہین - (مولف)

دیجائیگی- قال و لومات فی اخرہ او بعد تمامہ کما صححہ اخی زادہ یستحب صرفہ الی قریبہ لانہ اوفی لغبہ فیندب الوفاء لہ صفحہ در المختار رغائیت الاوطار

ایضاً ابن ہمام محقق نے کہا ہے۔ کہ جب کوئی حق ثابت ہوگیا اتمام عمل سے تو اس مین وراثت جاری ہوتی ہے جیسے مال غنیمت - جب دار الاسلام مین پہونچ جاتا ہے تو غازیون کے حقوق محفوظ ہوجاتے ہین - اسلیئے غازی کے فوت ہوجانے کے بعد اسکا سہم اسکے وارثون مین تقسیم کیا جاتا ہے غازی کی موت سے ساقط نہین ہوتا (درمختار غائتہ الاوطار صفحہ)

(۳) معطی لہ کی وفات کے بعد اگر اسکی اولاد نے باہم ملکر یہ اتفاق کرلیا کہ عطاء دفتر سلطانی مین ایک شخص کے نام لکھی جائے اور دوسرے شخص کا عطاء مین کچھ حق نہ ہوگا- مگر صاحب عطا دوسرونکو اتنا اتنا مال دیا کرے تو ایسی صورت مین عطائی سلطانی جس شخص کے نام دفتر مین لکھی جائے گی اسیکا خاص حق متصور ہوگی دوسرونکا اس مین کچھ حق نہ ہوگا اور ان کی باہمی مصالحت و قرارداد باطل ہوگی- کیونکہ استحقاق عطاء سلطان کی عنائیت پر ہے غیر کی رضا کو اس مین کچھ دخل نہین وہ مختار ہے جسے چاہے عطا کرے (فی الاشباہ و النظائر العطاء للذی جعل الامام العطاء له لان استحقاق العطاء باثبات الامام لادخل فیه لرضاء الغیر صفحہ ۲۹۳

ایضاً رجل له عطاء فی الدیوان مات عن ابنین فاصطلحا علی ان یکتب فی الدیوان باسم احدهما و یاخذ العطاء والاخری لاشیٔ له من العطاء و یبذل من کان له العطاء مالاً معلوماً فالصلح باطل و یرد بدل الصلح والعطاء للذی جعل الامام العطاء له صفحہ ۹۱ ج ۴ عالمگیریه

(۴) معطیٰ لہٗ کی وفات کے بعد اگر کسی وارث بعید خواہ کسی اجنبی کا نام اتفاقاً خواہ ورثاء کی باہمی مصلحت سے دفتر عطا میں لکھا جائے اسکے بعد تمام یا بعض ورثا معطیٰ لہٗ اسکے خلاف منازعت کریں اور اپنا حق طلب کریں اور ازان بعد عا علیہ سے ان کی صلح ہو جائے مال معیّن کے دیدینے پر یا اور کسی وعدہ پر اور اس باہمی صلح سے وہ اپنا دعویٰ اُٹھا لیں تو اس صورت میں بھی صُلح باطل ہوگی اور مدّعی کو بدل صُلح و قرار کچھ بھی نہیں ملیگا۔ اور عطا اسکی رہے گی جسکے نام لکھی گئی ہے۔

قال اذا کان فی الدیوان عطاء مکتوب باسم رجل فنازعہ اٰخرؒ وادعی انہ لہ فصالحہ المدعیٰ علیہ علیٰ دراھم او دنانیر حالۃ او الی اجلٍ فالصلح باطل وکذالک لو صالحہ علی شی معیّن فھی باطل۔ صج ۴/۹۱ عالمگیریہ ذیل الباب ثالث عشر۔

ایضاً لو اصلحا علی ان یکتب العطاء باسم اٰحدٍ ھما علی ان مَاخرج منہ فھو بینھما نصفان فھذا باطل وھولصاحب الاسم وکذلک لوکان الّذی کتب اسمہ اجنبی عالمگیریہ صـ۹۱ یعنی اگر معطیٰ لہٗ کے دو وارثون نے باہم یہ مصلحۃ کر لی کہ عطا دفتر مین ایک کے نام لکھی جائے اور وصول کے وقت دونون نصف نصف لے لیا کرین گے تو اس صورت مین بھی صلح باطل اور عطا اسیکے لئے مخصوص رہیگی جسکے نام لکھی گئی ہے۔

احکام ولایۃ عطیہ مدد معاش

(۱) مُعطیٰ لہٗ کی وفات کے بعد نصب[۱] ولی مین امام وقت مختار عام ہے چاہے

[۱] بحث العطاء کی ضمن مین یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ عطائے سلطانی کے تین قسم مین (۱) عطیہ الاصلی بیت المال بروجہ تملیک رقبہ اس فصل مین اس عطیہ سے بحث نہین کیجاتی کیونکہ وہ ملک ہے اور اسکا

اسکے تمام ورثا پر جاگیر صدقہ کردے خواہ کسی ایک کو اسکا ولی و متصرف بنائے
اسکے بعد معطی لہٗ کو اختیار ہے کہ اپنی زندگی مین کسی ایک کو متولی مقرر کرے خواہ

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۰- حکم مثل تمام دوسرے املاک کے ہے قسم دوم عطیہ مدد معاش ہے یعنی تملیک منافع اراضی بیت المال بدون تملیک رقبہ- سوم عطیہ انتفاع محض بوجہ بر و احسان بدون تملیک رقبۂ ارض و بدون تملیک منافع اس جگہ یہ دو قسم زیر بحث ہین اور ہر ایک کو ہم علیحدہ علیحدہ فصل مین بیان کرینگے عطیہ مدد معاش خواہ حقیقۃً وقف ہے اور خواہ ارصاد ہے- لیکن فقہا نے تصریح کی ہے کہ باعتبار احکام کے وہ ایک حقیقت وقف ہے صرحوا بان اراضی الامیریۃ یسلک بہا ما یسلک بالاراضی الوقف اراضی امیریہ سے مراد بیت المال کی مزروعہ اراضی ہے- کیونکہ ارض ہبۃً عطا کردینے کے بعد معطی لہٗ کے ملک مین داخل ہوجاتی ہے اور احکام عطا اس پر سے ساقط ہوجاتے ہین- جیسے ہم بیان کر آئے ہین اور عطیۂ انتفاعِ محض علی الوجہ البر و احسان ایک قسم کا اعارہ ہے اسے وقف نہین کہسکتے پس فقہائے کے اس قول (صرحوا بان اراضی الامیریۃ الخ) کا تعلق عطیہ مدد معاش ہی سے ہوسکتا ہے اور وہ بعینہٖ وقف ہے- پس جب یہ ثابت ہوا کہ حقیّت مدد معاش بعینہٖ حقیّت وقف ہے اور اسکے جملہ احکام مثل ارث و تولیت وغیرہ بعینہٖ حقیّت وقف ہی کے احکام ہین- لہٰذا اس عطیہ کے احکام کو فقہائے نے بحث وقف ہی کے ضمن مین بیان کیا ہے اور مستقل اس سے بحث نہین کی-

نصب ولی مین امام وقت مختار ہے- یہ اسلئے کہ وہ عام متولّی اوقاف ہے اور یا اسلئے کہ وہ واقف ہے اور واقف نصب ولی اور اسکے عزل کا عہدہ اپنے لیے مخصوص کرسکتا ہے- فتاوی عالمگیریہ مین ہے ان وقف ضیعۃً لہ و اخرجہا من یدہ الی القیّم ثم اراد ان یاخذہا من یدہ فان شرط لنفسہ فی الوقف ان لہ العزل والاخراج من ید القیّم کان لہ ذلک وان لم یکن شرط ذلک فعلی قول محمدؒ لیس لہ ذلک ص۱۲۵ ج۲ عالمگیریہ کہ اگر ایک شخص نے ایک قطعہ زمین کو وقف کیا اور اسکے لیئے ایک قیّم مقرر کرکے انتظام جاگیر وقف اسکے سپرد کردیا پھر اسنے یہ ارادہ کیا کہ اسے معزول کردے اگر اسنے وقف مین اپنے لیئے یہ اختیار مخصوص کرلیا ہے تو وہ قیّم کو معزول

آئندہ کے لیئے وصیّت کرے۔ اسکے بعد قاضی مختار ہے لیکن متوفّی کے ورثا ہوتے ہوئے اجنبی کو متولّی بنانا جائز نہیں۔ مگر ضرورت کے وقت وہ ایسا کرسکتا ہے

قَالَ وَاِذَا مَاتَ المتولّی والواقف حیّ فالرأی فی النّصب اِلی الواقف لا الی الحاکم وَبَعْدَ مَوْتِ الواقف اِلی وصیّہ لا الی الحاکم وان لم یکن لہ وصیّ فالرأی الآن الی الحاکم وفی الاصل الحاکم لا یجعل القیّم من الاجانب مادام یجد فی اَہْلِ بیت الواقف من یصلح لذالک (لسان الحکّام وعالمگیریہ صفحہ $\frac{127}{2}$)

(۲) معطی لہٗ نے اپنی زندگی میں اگر ایک شخص کو متولّی جاگیر مقرّر کردیا ہے خواہ آیندہ کے لیئے وصیّت کی ہے تو یہ جائز ہے اور اسکا نفاذ حاکم وقت کی رائے پر موقوف رہتا ہے۔ لیکن اگر یہ تقرر خلاف مصلحت وقت ہے یا حقیت عطیہ کے خلاف ہے

بقیہ نوٹ صفحہ ۵۱۔ خارج کرسکتا ہے اور اگر اس نے اس اختیار کو مخصوص نہیں کیا تو بقول حضرت امام محمد رضؓ اسکے لیئے یہ اختیار نہیں لیکن وقف کردینے کے بعد اور موقوف علیہم کے حقوق متعلق ہوجانیکے بعد وہ کسی کا حصہ رسد منقطع نہیں کرسکتا کیونکہ وقف کردینے کے بعد شئے موقوفہ اسکی ملک میں نہیں رہتی اور اسقاط حق ثابت شارع کی شان سے ہے عطیہ مدد معاش چونکہ کامل وقف ہے اسلیئے عطا کردینے کے بعد عطیہ کا واپس لینا اور یا کسی ایک حقدار کو اسکے جائز حق سے محروم کردینا شرعاً جائز نہیں جیسے کہ ہم نے بحث العطایا میں مشرحاً بیان کردیا ہے لیکن اگر سلطان معطی نے نصب ولی اور اسکے عزل کا اختیار اپنے لیئے مخصوص کرلیا ہوا ہے تو وہ اور اسکے بعد کے سلاطین البتہ اس اختیار کو استعمال کرسکتے ہیں۔ (مولف)

۵۱ اسلیئے کہ حکم قاضی صاحب حق کے لیئے حق جدید پیدا نہیں کرتا بلکہ صاحب حق کے استحقاق کو ظاہر کرتا ہے جو اسکو معطی یا واقف کی جانب سے ملا ہے پس قاضی کے لیئے عطائے تولیت و عزل تولیت نہیں ہے بلکہ اظہار عزل و نصب ہے اور یہ کہ وہ صاحب حق کو حق دے اور غیر حقدار منازع کو علیحدہ کرے۔ (مولف)

مثلاً اقرب کے ہوتے ہوئے اسنے ایک اجنبی کو متولی بنایا ہے یا ایک نالائق کے لئے وصیت کی ہے تو عام متولی اوقاف یا قاضی کے لیئے ضرور ہے کہ وہ احق واعرف کو بجائے اسکے متولی مقرر کرے اور جب تک معطی لہٗ کے اہلبیت مین کوئی ایک شخص منصب تولیت کے لائق مل سکتا ہے۔ اجنبی کو اس عہدہ کے لیئے منتخب کرنا جائز نہین علی حسب روایت المذکورۃ و فی اصل الحاکم الخ

(۳) معطی لہٗ نے اپنی زندگی مین اگر کسی ایک خاص شخص کو اپنا ولی عہد و قائمقام مخصوص نہین کیا تو اسکی وفات کے بعد منصب تولیت مین شرعی استحقاق ملحوظ ہوگا۔ پس اولاد معطی لہٗ مین سے ارشد واعرف اور قرابت دارون مین سے افضل واقرب کو غیر پر ترجیح دیجائیگی یعنی اولاد معطی لہٗ مین اگر کوئی شخص اس منصب کے لائق موجود نہین اور قرابت دار موجود ہین۔ تو اقرب کو متولی بنایا جائیگا اور اگر وہ بھی اس درجہ کے اہل نہین تو ایک متدین اجنبی کو منتخب کرسکتے ہین لیکن اس تقرر کے بعد اگر کوئی اقرب معطی لہٗ یا اسکی اولاد مین کوئی لائق شخص پیدا ہوجائے تو تولیت پھر اسی کی طرف منتقل ہوجائے گی۔ قال فان مات ولم یجعل ولایتہ الی احد جعل القاضی لہ قیماً ولا یجعلہ من الاجانب ما دام یجد من اھل بیت الوقف من یصلح لذلک فان لم یجد فمن الاجانب فان قام اجنبیاً ثم صار من اھلہ من یصلح صرفہ الیہ کما فی حقیقۃ الملک (اسعاف بحث ولایۃ وقف ۔ لسان الحکام باب ولایۃ الوقف) وعالمگیریہ صفحہ ۱۲۷ ج ۲ ایضاً واذا مات المتولی ولم یوص الی احد۔ نصوا علی ان ولایۃ النصب الی القاضی وعلی انہ لا یجعل المتولی غیراہ صلح من اقرباء الواقف (درمختار)

(۴) تولیت یا مصارفِ وقف اگر مشروط بشرائط ہین تو حتی الوسع ان شرائط کی پابندی ضروری ہے۔ لیکن جو شرائط خلاف مصلحت و خلاف شرع شریف ہوتے ہین وہ لغو اور ساقط ہو جاتے ہین ان کی پابندی لازمی و ضروری نہین سمجھی جاتی۔ مثلاً اگر واقف نے کہا ہے کہ میرے بعد زید اور اُسکے بعد بکر متولی ہوا کرین بہ ترتیب مذکور تو واقف کے بعد زید اور اُسکے بعد بکر ہی کو متولی بنانا چاہیئے اور یہ انہین کا حقِ خاص سمجھا جائیگا۔ مثلاً زید کسی دوسرے شخص کو اپنی طرف سے یہ منصب نہین دے سکتا۔ لیکن اگر واقف نے یہ بھی شرط کی ہے کہ متولی کو موقوف کرنیکا حق کسیکو نہ ہوگا۔ تو یہ شرط اس وقت باطل ہو جائے گی۔ جبکہ متولی فرائض تولیت سے اعراض کرتا ہے۔ مداخلت بیجا اور خیانت وغیرہ منافی امانت و دیانت داری اس سے حرکات سرزد ہوتے ہین۔ اس صورت مین متولی خود واقف ہو یا کوئی دوسرا شخص کہ واقف نے اسکو قایم کیا ہے یا قاضی نے وہ فی الفور معزول کر دیا جائیگا۔ قال لو شرط ان یلیہ فلانٌ بعد موتی ثم یلیہ فلانٌ ثم بعد یلیہ فلانٌ فھذہ الشرائط جائزۃ ایضاً ولو قال الولایۃ الی عبد اللہ ومن بعدہ الی زیدٍ فمات عبدُ اللہ واوصیٰ الی رجلٍ ایکون للوصی ولایۃ مع زیدٍ قال لا وکانت الولایۃ لزیدٍ۔ ایضاً ولو ان الواقف شرط الولایۃ لنفسہٖ وشرط ان لیس لسلطانٍ او قاضی عزلہٗ فان لم یکن ھو مامونًا فی ولایۃ الوقف کان الشرط باطلاً وللقاضی ان یعزلہٗ ویولّی غیرہٗ ص ۱۲۷ ج ۲ عالمگیریہ ناقلاً عن القاضی خان۔ ایضاً والثالث ان یکون خائنًا وظہر منہ خیانتہ للقاضی ان یعزلہ وینصب وصیًا آخر امینًا (فتاوی قران خوانی ولایۃ الوقف)

(۵) عہدۂ تولیت اگر مشروط بصفت علم و رُشد و فضل وغیرہ ہے اور اولاد مُعطی لہٗ یا اولاد واقف علم و فضل مین مساوی ہے تو باعتبار اعرفیتِ معاملات و تدین و لحاظ عُمر بڑے کو ترجیح دیجایگی مرد ہو خواہ عورت اگر وہ لایق تولیت نہین ہے مثلاً صغیر ہے تو قاضی اسکے لایق ہونے تک دوسرے کو منصرم مُتولی بنا سکتا ہے قال لو جعل الولایۃ لا فضل اولادہٖ وکانوا فی الفضل سواءً یکون الولایۃ لاکبرھم سِنًّا ذکرًا کان او انثیٰ ولو کان الافضل غیر موضع اقام القاضی رجلاً یقوم بامرِ الوقف - فاذا صار اھلاً ترد الولایۃ الیہ البحر الرائق کتاب الوقف)

(۶) عطیہ اگر مشروط بشرائط ہے اور اسکے بعض یا کل شرائط خلاف مصلحت وقت و خلاف شرع شریف ہین تو ان کی رعایت مُعطی خاص کے عہد حکومت تک جایز ہے دوسرے بادشاہ کے عہد حکومت مین وہ قیود لغو ہو جاتے ہین حاکم وقت مصلحت وقت کے موافق اُن مین تغیر و تبدل کر سکتا ہے کیونکہ اس قسم کے عطیات دراصل ارصادات ہین اور ان کی قیود کی پابندی چندان لازمی امر نہین ہے خصوصًا جبکہ وہ شرع شریف کے خلاف ہین - مثلاً ایک قطعہ اراضی مملوکۂ بیت المال زید اور اسکی اولاد اور اولاد کی اولاد کو پشت در پشت تا بقائے نسل معافی دیگئی ہے اس شرط پر کہ بعد زید اسکی اولاد مین سے جو مرے اسکا نصیب اسکے بھائی کی طرف منتقل ہو اور اسکی اولاد کو کچھ نہ دیا جائے پھر زید تین لڑکے اور ایک لڑکی اور پوتے پوتیان اور نواسا و نواسی چھوڑکر مرا زید کی معافی تو اسکی صُلبی اولاد پر منقسم ہوگی لیکن زید کی صُلبی اولاد مین سے جو اسی بادشاہ کے عہد مین مرے گا اُس کا حصہ اُسکے بھائی کی طرف منتقل ہوگا نہ اُسکی اولاد کی طرف اور وہ بالکل محروم رہیگی -

اور جو بعد اس بادشاہ کے مریگا تو بوجہ لغو ہو جانے شرط کے اسکا نصیب اس کی اولاد کی طرف منتقل ہوگا نہ اسکے بھائی کی طرف اسلئے کہ کل نسل زید معافی دار کی ہے اور جو شرط مانع تھی وہ موت سلطان سے مرتفع ہوگئی۔ قال ومن الحوادث لو اقطعها السلطان له ولاولاده ونسله وعصبه علی ان مات منهم انتقل نصیبه الی اخیه ثم مات السلطان وانتقل من اقطع فی زمان سلطان اخر۔ بل یکون لاولاده لمراده مقتضی قواعدهم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبره (غایت الاوطار صـ۲۹۵) ایضًا ان اوقات السلاطین من بیت المال ارصادات لا اوقاف حقیقۃ وان ما کان منها علی مصارف البیت المال لا ینقص مخالفۃ ما وقفه السلطان علی اولاده او عتقائه مثلاً وانه حیث کانت ارصادًا لا یلزم مراعاۃ شروطها لعدم کونها وقفًا صحیحًا لان شرط صحته ملك الواقف والسلطان بدون الشراء من بیت المال لا یملکه (رد المختار مطلب اوقاف الملوک) ایضًا فلا تراعی شروطه بالمعنی السابق وهو انه اذا رأی ولی الامر المصلحۃ فی زیادۃ فیه او نقص فی مصارف الوقف المذکور یسوغ له ذلك ولیس الامر ان یصرفه عن الجهۃ التی عینت فی الارصاد صـ۶۳۹ ج۳ مهدویہ

(۷) تولیت اگر واقف کی اولاد کے لیئے مشروط ہے اور متولی کے لئے کسی خاص صفت یا سن کی قید نہین لگائی گئی تو اس صورت مین واقف کی تمام اولاد منصب تولیت کی مستحق سمجھی جائیگی اور جاگیر کا نظم ونسق ان تمام کی صلاح ومشورت پر موقوف رہیگا۔ یہانتک کہ اگر ان مین کوئی لڑکا کم عمر ہے تو قاضی کو اختیار ہے کہ

ایک اجنبی شخص کو اسکا قائم مقام بنائے اور یا انہین مین سے ایک کو اسکا نائب مناب مقرر کر دے جو اپنی طرف سے اصالتاً اور اس نابالغ کی جانب سے نیابتہً کام کر سکے۔ قَالَ لَوۡ جَعَلَهَا لِأَوۡلَادِهٖ وَفِیۡهِمۡ صَغِیۡرًا دَخَلَ الۡقَاضِی مَکَانَه اَجۡنَبِیًّا اَوۡ وَاحِدًا مِّنۡهُمۡ کَبِیۡرًا (اسعاف)

ولایتہ عطیہ بر

اس عطیہ مین کسی قسم کی ارث[ف] جاری نہین ہوتی اسلیئے کہ وہ معطی لہ کا نہ حقیقتہً ملک ہے

ف اس مین ارث اس لئے جاری نہین ہوتی کہ وہ ترکہ میت نہین لیکن اگر معطی لہ کی وفات کے بعد حاکم وقت نے تمام یا بعض عطیہ متوفی کو اسکے ورثہ پر صدقہ کر دیا ہے تو اسکی تقسیم معطی کی رائے ہی پر موقوف رہے گی۔ جسطرح چاہے مناسب وقت وہ انکے حصص مقرر کرے۔ ورنہ تقسیم حسب فرایض اللہ ہونی چاہیئے اسلیئے کہ وہ منصوص ہے۔ بہرحال خواہ کسی طرح سے اس کی تقسیم کیجائے ورثہ متوفی کو جو کچھ ملیگا بطریق ارث و ترکہ میت نہین بلکہ سلطان کی طرف عطائے جدید ہوگی اور اس کا تقرر بھی وراثتاً نہین بلکہ تقرر جدید ہوگا۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ عطیہ سلطانی معطی لہ کی تیسری پشت تک منتقل ہونے کے بعد قابل فسخ نہین رہتا بلکہ وہ معطی لہ کے ورثہ کیلئے بمنزلہ ملک متصور ہوتا ہے خصوصاً جبکہ اسکی تقسیم حسب فرایض اللہ ہوتی چلی آئی ہے لیکن تقریر مذکورہ بالا سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ وظیفہ سلطانی کا معطی لہ کی پشت در پشت اولاد مین قایم رہنا اور فرایض الہیہ کے طریق پر معطی لہ کے ورثہ کے درمیان تقسیم ہونا دلیل ملک عطیہ نہین ہے۔ ہوسکتا ہے کہ سلطان کی طرف سے ہر پشت کے لیئے عطائے جدید ہو اور دوسری تقسیمون پر فرایض اللہ کو منصوص ہونیکی وجہ سے ترجیح دیگئی ہو۔ ہان اگر اسکے ملک ہونے کے لئے کوئی دلیل موجود ہے تو صورت مذکورہ اسکے لئے سعین ہوسکتی ہے۔ (مولف)



اور نہ مالک ہے بر وجہ وقف وارصاد بلکہ وہ عوض اجرت ہے یا محض عاریت ہے پس
جبکہ خود معطی لہٗ اس عطیہ کا مالک نہیں تو اسکے ورثہ کیونکر اسکے مالک بن سکتے ہیں
لہٰذا فقہائے نے کہا ہے اس عطیہ کا صرف وہی شخص مستحق سمجھا جاتا ہے جسکو سلطان وقت
عطا کرے اور وہ اس سے اسوقت تک فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جب تک کہ سلطان نے
اسکو اس سے منتفع ہونیکی اجازت دی ہے۔

واذا أعطى السلطان لرجلٍ خراجَ الارض لا يسعى ذالك الرّجل ان
يبيع تلك الارض او يهبها ولا يصير بعد موته ملكاً لورثته لانها لم تكن
ملكاً له فكيف تكون ملكاً لورثته كما ص ۲۹۶ فتاوی صدریہ عن الذخیرہ) اس
مسئلہ کو ہمنے زیر بحث فصل استرداد عطیہ مفصلاً بیان کیا ہے وہاں دیکھنا چاہیئے۔
والله اعلم بحقیقة الحال هذا ما ظهر لى بعون الله الملك الحقيق وبتوفيق
من بيده ازمة التحقيق وآخر دعوٰنا الحمد لله رب العالمين والصّلوٰة
والسّلام على افضل المرسلين سيدنا محمدن الصادق الامين وعلى اله
واصحابه الاكرمين الى يوم الدين محمد فتح الدين ابن حكيم
غلام محمد الحنفى القادرى الخوشابى (پنجاب)

تمت بالخیر

ضمیمہ

مرقومہ میر احمد شریف صاحب حسب وعدہ مندرجہ حصہ اوّل

اگرچہ اس سرکار ابد پایدار کا قانون عام فقہ حنفیہ رہا ہے اور[ف۱] توضیع قوانین مین بھی شرع اسلام کو ماخذ اعظم قرار دیا گیا ہے[ف۲] لیکن بلحاظ عمل کے دیکھا جائے تو بجز چند خاص ابواب کے تمام ابواب مین قانون سلطنت کی پابندی کیجاتی ہے۔

صیغہ مال مین بھی یہ حکم ہے کہ اہل اسلام کے وراثت مین شرح محمدی کے مطابق حکام کو اپنی رائے قایم کرنی چاہیئے۔ لیکن[ف۳] غور کے قابل یہ امر ہے کہ شرح محمدی سے کیا صرف احکام توریث و ترکہ مراد ہین؟ یا وہ احکام جو مخارج بیت المال سے متعلق ہوسکتے ہین؟

اسلامی تمدن کے عہد مین محکمہ بیت المال کی آمدنی کے حسب ذیل چار ذرایع تھے۔

۱- زکاۃ و عشر

۲- خمس (مال غنیمت کا پانچوان حصہ) معدنیات کی آمدنی- زمین مین گڑے ہوئے مال (رکاز) کی آمدنی-

۳- خراج و جزیہ

۴- مال لادعویٰ اور مال لاوارث کی توفیر

ان مین سے ہر ایک مدخل کا مخرج بھی حسب ذیل معین تھا۔

۱- زکاۃ و عشر کی آمدنی مستحقین کی حاجت برآری. غلامون کی آزادی- اور غازیون

ف۱ روبکار دفتر سرکار مال نشان ۴۹ - مورخہ ۲ آذر ۱۲۸۷ف و گشتی صدر المہام عدالت نشان ۱۰ - بلدہ مورخہ ۴ آذر ۱۲۸۳ف ف۲ دفعہ ۳۴ - الف قانون نشان ۱ - بابتہ ۱۳۱۵ف

ف۳ گشتی معتمدی مال نشان ۳۸ بابتہ ۱۲۹۹ف

ضمیمہ

کے سازو سامان مین صرف کی جاتی تھی۔

۲۔ خمس وغیرہ کو۔ یتیم۔ مسکین۔ ومسافر پر خرچ کرتے تھے۔

۳۔ خراج۔ وجزیہ سے فوج کی تنخواہ دی جاتی تھی۔ سرحد کی حفاظت ہوتی تھی۔ قلعے بنتے تھے۔ سڑکون اور پلون کی مرمت کیجاتی تھی۔ بڑی بڑی نہرین کھودی اور جاری رکھی جاتی تھین۔ سرائین اور مسجدین بنتی تھین پانی کے بند باندہتے تھے اور احکام کا بندوبست رکھتے تھے تعلیم کا انتظام تھا پڑہنے والون اور پڑہانے والون کو وظائف ملتے تھے۔ ملازمون کو اور ان سب لوگون کو جو مسلمانون کے فائدے کے لیئے کام کر رہے ہون تنخواہین دی جاتی تھین۔

۴۔ توفیر کا خرچ یہ تھا کہ بیمارون کی تیمارداری ہو اور انکے کھانے پینے اور دوا کا انتظام رہے۔ غریب مردون کی تجہیز وتکفین ہو۔ لقیط یعنی سرراہ جو لڑکے پڑے ملین اون کی پرورش کا انتظام ہو۔ جو کمانے سے عاجز ہو اس کی معاش کا سامان کردیا جائے[1]۔

مگر اب نہ وہ بیت المال رہا نہ بیت المال کی شاخین رہین نہ اوسکے مداخل ومخارج کے انتظامات قدیم ہین اسی وجہ سے متاخرین نے رد علی الزوجین کو جائز قرار دیا ہے۔ بہر حال زمانہ حال کے عطیات سے زمانہ سلف کے عطیات تابع بیت المال کے احکام بالکلیہ متعلق نہین ہوسکتے نہ پورے طور پر احکام متروکات کی پابندی کی جاسکتی ہے۔

بعض اصحاب کا یہ خیال ہے کہ دریافت انعامی کو صرف قابض معاش سے غرض ہوتی ہے اور معاش کے اندرونی تقسیمات سے یا ورثہ کے تعین وتصفیہ حقوق سے کوئی غرض نہین ہوتی۔ غالباً اونکا خیال مولفت مجموعہ مال کے اوس

---

[1] عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۳

عبارت پر مبنی ہے جو دفعہ ۲۳ دستور العمل انعام کے حوالہ سے لکھی گئی ہے۔ حالانکہ دستور العمل انعام کے دفعہ ۲۳ کی عبارت اس سے زیادہ نہین ہے۔

"فیصلہ ہریک مقدمہ از کسیکہ بنا مش انعام مقرراست یا آنکہ نوکری

بجامی آرد نمودہ خواہد شد و ہمان کس ذمہ دار و جوابدہ متصور

خواہد شد و از سرکار دریافت و دخل تقسیم نخواہد بود"

یہ فقرہ اس دستور العمل انعام کا ہے جو ۶۳ سال قبل ۱۲۹۶ھ مین مرتب و نافذ ہوا تھا جو اکثر امور مین جامع و مانع نہ تھا اور جس مین بہت سے اصلاحات و اضافات زمانہ مابعد مین ہوتے رہے ہین۔ بہرحال فقرہ بالا کا مفہوم اس سے زیادہ نہین ہے کہ اگر معاش مشروطی ہے تو بجا آرندہ خدمت کے نام اور اگر غیر مشروطی ہے تو صاحب سند کے نام بحالی معاش کا فیصلہ کیا جاویگا اور کوئی دریافت معاش کے تقسیم کی نہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب دہندہ دستور العمل کے پیش نظر صرف اُن معاشون کا تصور تھا جن پر پابندگان معاش قابض ہون اور وہ معاشین مطلقاً پیش نظر نہ تھین جنپر پابندگان معاش کے ورثہ اور قایم مقامان حقیت کا قبضہ ہے۔ اسی وجہ سے صرف پیش نظر صورتون سے متعلق قاعدہ فقرہ ۲۳ مین ضبط کیا گیا اور دوسری صورتون سے متعلق کوئی قاعدہ اس دستور العمل مین نہین رکھا گیا۔ جبکہ صاحب سند کے حیات مین دریافت انعامی کیجاوے تو اُوس مین دوسرے مباحث کا پیدا کرنا صیغہ انعام کی ضرورت تحقیقات سے خارج تھا اسلیے دوسرے اشخاص کے دعاوی اور دخل و تقسیم کے مباحث خارج رکھے گئے۔ مگر صاحب سند کے انتقال کے بعد جو انعامی دریافت ہوتی ہے اوس کے اشکال مختلف کی نسبت ۱۲۹۳ھ کے دستور العمل مین کوئی قاعدہ نہ تھا اسلیے کبھی یہ خیال کیا گیا کہ اُن اشکال کا تعلق عدالت سے ہے۔ چنانچہ گشتی مجلس مالگزاری نشان (۱۲) بابتہ ۱۳۰۲ھ کے ترتیب کے وقت اُسی خیال کی بنیاد پر فہرست

امتیاز مقدمات کے عنوان ہ کے مدات ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ یعنی تقسیم حصص۔ دعوی تقابض اور دعوی کلائیت جاگیرات کو بالکلیہ عدالت سے متعلق کردیا گیا۔ لیکن زمانہ مابعد مین تجربہ سے اوس اصول کی غلطی ثابت ہوئی گئی جو عطیات شاہی کے نسبت اختیار کی گئی تھی۔ چنانچہ تدریجاً احکام جاری ہوتے رہے ہین۔

سب سے پہلے نواب وقارالملک بہادر کے زمانہ معتمدی مین حسب الحکم سرکار ایک گشتی نشان (۲۶) مورخہ ۲۹ آبان ۱۳۰۵ف مطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ جاری ہوئی۔ جس مین دریافت انعامی کے اس نقص و غلطی کو تسلیم کرکے کہ پابندہ معاش کے ورثہ کی کوئی تحقیقات نہین ہوتی صاف و صریح طور پر اس تنقیح کو بضمن دریافت انعامی قایم کرکے تحقیقات و تجویز کرنے کا حکم دیا گیا۔

"دعویدار حال پابندہ اصلی یا صاحب سند کا وارث ہے یا نہین اور اگر وارث ہے تو بلحاظ نتیجہ تجویز جائداد پر قابض رہنے کا مستحق ہے یا نہین"

اوسکے بعد اوسی اصول کو پیش نظر رکھ کے مجلس مالگزاری سے گشتی نشان (۳۹) بابتہ ۱۳۰۹ف جاری ہوئی جس مین جمیع امور تنقیح طلب کو معین کرکے یہ بتا دیا گیا کہ دریافت کنندۂ انعام کو کن امور کی تحقیقات و تجویز لازم ہے۔ چنانچہ اون امور تحقیقات طلب مین پابندہ معاش اور اوسکے حصہ دار اور اوسکے ورثہ کا تعین اور اون کے حقوق کا تصفیہ بھی داخل کیا گیا۔ اور بالآخر بارگاہ خسروی سے جو فرامین مبارک صادر ہوتے رہے اون سے یہ مباحث بالکل صاف کردئے گئے۔ اور واضح طور پر یہ بتا دیا گیا کہ "کوئی عطیہ سلطانی متروکہ نہین ہے"۔ اور عام طور پر عطیات کی نسبت سرکار کا منشا ان الفاظ مین ظاہر فرمایا گیا کہ "معاشداروں کے پس ماندہ ارکان کی پرورش کیجائے اور یہ لوگ عطائے سلطانی کو بجز صیغہ عطا کے حکم کے

حصہ اور تقسیم کر لینے کے مجاز نہیں ہیں[1]" گویا عطیات کی نسبت تمام اختیارات معطی ہی کو حاصل رہیں گے۔ معطی لہ یا اوسکے ورثہ کو باہم یا بطور خود یا بذریعہ عدالت یا پنچایت یا کسی اور صیغہ سے شریک اور حصہ دار عطا بنانے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ چنانچہ خود عدالت العالیہ نے بھی متعدد مقدمات کی انہیں اصول کی پابندی کے ساتھ فیصلے کئے ہیں۔ بہرحال صاحب سند یا بندہ معاش کے ورثہ اور اونکے حقوق کا تعین و تصفیہ دریافت العامی کے ساتھ ہی ہوگا۔

عطیات میں اگرچہ حکم عام یہ ہے کہ مسلمانوں میں شرع شریف کے مطابق اور ہنود میں دہرم شاستر کے موافق فیصلہ وراثت ہوگا۔ لیکن اوسپر مقدم قاعدہ منشاء معطی اور احکام عطا کی پابندی ہے یعنی معطی کے احکام خاص و عام کے حفظ و رعایت کے ساتھ مسائل توریث کی پابندی کیجا سکیگی۔ مثلاً (الف) معطی نے صرف معطی لہ کی ذات اور اُسکے اولاد ذکور کے لیئے کوئی مدد معاش مقرر کی ہے تو یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ اولاد اناث جو وہ بھی احکام متروکات کے مطابق نصف الذکر کی مستحق ہے اُس عطیہ شاہی میں حصہ پسر کے نصف مقدار تک حصہ پانے کی مستحق ہوگی بلکہ اولاد ذکور ہی کو ورثہ حی القایم فرض کر کے شرع شریف کے مطابق اونکے حق و حصہ کا فیصلہ کیا جائیگا۔ یا

(ب) اگر سند میں آیندہ کے سلسلہ توریث کی نسبت نسلاً بعد نسلٍ یا بطناً بعد بطنٍ یا اولاد و احفاد کے کوئی الفاظ نہ ہوں اور اونکی جگہ تا قیام شمس و قمر وغیرہ الفاظ میں سے جو دوام و استمرار پر دلالت کرتے ہیں کوئی لفظ ہو تو اوس معاش کے بجالی صیغہ عطا کے احکام عام (۱) کے مطابق صرف ورثہ نسبی پر ہوگی اور ورثہ سببی (جیسے زوج و زوجہ) پر قطعاً نہ ہوگی۔ حالانکہ وہ شرعاً متروکات میں مستحق توریث ہیں۔

(ج) اگر سند میں الفاظ با متعلقان ہوں تو رزولیوشن مذکور کے مطابق زوجہ کو بھی عطیات میں حق توریث حاصل ہو سکیگا ورنہ نہیں[2]۔

[1] گشتی معتمدی مالگذاری نشان (۷) بابتہ ۱۳۳۰ف [2] رزولیوشن نمبر ۷ مورخہ ۱۲ بہمن ۱۳۲۳ف

(د) اگر سند مین صاحب سند کے قید حیات کی شرط ہو تو بحالت وفات صاحب سند معاش مذکور قابل ضبطی ہوگی[1]

(ہ) اگر کسی مدد معاش کی سند مین کوئی قید نہ ہو تو اوسکی موقوفی یا بحالی بالکلیہ سرکار کی صوابدید اور اختیار پر منحصر ہے[1]۔

اگر بغور دیکھا جاے تو عطیات شاہی کی نسبت دنیا کے تمام قوانین کے اصول بالکل متحد ہین۔ یعنی منشاء معطی ہی اصل اصول توریث ہوتا ہے اسی وجہ سے عطا کے ابتدائی کے وقت جس سلسلہ توریث کی شرط قایم کردی جاتی ہے اوسکی پابندی لازم آجاتی ہے یا یون کہنا چاہیئے کہ وہی سلسلہ توریث اوس عطا کا مستقل قانون ہو جاتا ہے۔ اسی اصول پر بعض عطا کی بحالی ورثہ نسبی پر اور بعض کی بحالی ورثہ نسبی اور سببی دونون پر۔ اور بعض کی بحالی نسلاً بعد نسلٍ اور بعض کے ورثہ نسلی اور بطنی دونون پر۔ بعض کی بلا قید اسامی دقسمت با اولاد اعقاد۔ بعض کی بحالی خلف اکبر یا اوسکے فرزند کلان پر جائز ہوسکتی ہے۔ الغرض منشاء معطی کے لحاظ سے جو سلسلہ توریث جائز ہوسکتا ہے اوس سے تجاوز نہین کیا جاسکتا اور نہ یہ امر جائز ہوسکتا ہے کہ ورثہ محکومہ سند کی موجودگی مین معطی یا قایم مقام معطی اوس عطا کو ضبط اور شریک خالصہ فرمالے۔ بجز اسکے کہ وہ لوگ سزاءً بیدخل یا محروم کیے جائین۔

اگرچہ جاگیر اور نقدی کی بحالی بغیر سند کے صرف بھگوٹہ پر نہین ہوسکتی لیکن دوسری معاشون کی بحالی بھگوٹہ پر جائز کی گئی ہے۔ جنکے تفصیلی احکام دستور العمل انعام اور گشتیات متفرق مین موجود ہین۔

اکثر مقدمات وراثت متعلق عطیات مین یہ بحث پیش آتی ہے کہ مسائل حسب حرمان

---

[1] رزولیوشن نمبر ۷ مورخہ ۱۲ اربہشت ۱۳۲۳ ف

متعلق ہوسکتے ہین یا نہین - فاضل مصنف العطایا نے اس بحث کو نہایت خوبی کے ساتھ اس رسالہ مین لکھا ہے - اصل یہ ہے کہ مسائل حجب و حرمان جو متروکات کے خاص احکام ہین عطایا سے اس لیئے متعلق نہین کئے جاسکتے کہ اُس سے منشاء معطی کی حفاظت پورے طور پر نہین ہوسکتی - جب سند عطا مین سلسلہ توریث آیندہ محکوم ہو تو اوسکے مطابق معطی لہ اول کا کوئی پس ماندہ محروم نہین کیا جاسکتا اور جب سند مین کوئی سلسلہ توریث محکوم نہ ہو یا معاش بے سندی ہو اور اُس کی بحالی بہ سگوٹہ پر ہوئی ہو تو معطی یا قایم مقام معطی کے منظورہ قاعدہ عام کے مطابق معطی لہ کے پس ماندگان بلا لحاظ حجب و حرمان اُس معاش سے استفید ہون گے جیسا کہ گشتی نشان (۱۷) بابت ۱۳۱۲ف مجریہ معتمدی مالگزاری سرکار عالی فرمان خسروی کی بنیاد پر جاری ہوئی ہے - اور جس کے ذریعہ سے معطی لہ اول کے تمام پس ماندگان خاندان کی پرورش کو خدام خسروی نے اپنے منشاء عام مین داخل فرمایا ہے -

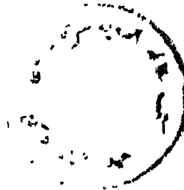
مجلس عالیہ عدالت کے واجب التعظیم حکام نے بھی اپنے ایک فیصلہ مندرجہ آئین دکن جلد ۹ حصہ اوّل صفحہ ۳ لغایتہ ۱۰ یہ طے فرمادیا ہے کہ مسائل حجب و حرمان عطیات شاہی سے متعلق نہین ہوسکتے - اور اعلی محکمہ مال نے بھی متعدد مقدمات کا فیصلہ اوسی اصول پر فرمایا ہے -



الغرض رسالہ العطایا مین تمام مباحث جس جامعیت سے لکھے گئے ہین اُس سے اُمید ہے کہ وہ عام طور پر مقبولیت حاصل کرے گا اور یقین ہے کہ اعلےٰ حکام اوسکو محکمہ جات ماتحت مین سرکاری طور پر تقسیم کرنے کو مناسب بلکہ ضروری خیال فرمائین گے۔

خاکسار

میر احمد شریف







اعلان

زیر تجویز طبع

تفسیر روح الایمان فی تشریح آیات القرآن

یہ مبارک کتاب اردو زبان مین اپنے طرز کی ایک نئی تفسیر ہے اور ایسی کارآمد و عام فہم کہ کم علم طالب علم بھی بخوبی مطلب سمجھ سکے اور ذی علم بھی اصولی عنوان سے استنباط مسائل اور لطف دلائل حاصل کرے اس تفسیر مین پہلی آیۃ قرآنی دو ترجمون (فتح الرحمان ترجمہ فارسی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و اردو ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب) کے ساتھ لکھی گئی ہے اور بعد مین محذوفات و مقدرات عبارت کو ظاہر کیا ہے ہر ایک کلمہ کے الفاظ کی الگ الگ تشریح - ماخذ اشتقاق - اصطلاحی تغیر اور شرعی و عرفی استعمال کو بتایا ہے تبدیل معنی کے لیئے عربی زبان مین جہان کوئی خاص قاعدہ مقرر ہے مناسب مقام پر اسکی توضیح کی ہے حروف زواید و روابط اور ہر صیغہ کے ساتھ مصدر و مادہ مع صرف صغیر و ضروری تعلیل کو بھی لکھا ہے ایسی ہی ہر ایک آیت کی نحوی ترکیب کو اسہل پیرایہ مین مفصلاً و مشرحاً بیان کیا ہے - آخر مین خلاصہ مضامین آیات ضروری قصص و مسائل و فوائد اور شان نزول آیات کو لکھا ہے مزید بران مؤلف صاحب نے اپنے قیمتی نوٹون اور مفید حاشیون سے اسکی خوبی کو اور بھی بڑھا دیا ہے - الغرض ایسی جامع تفسیر آج تک اردو مین تالیف نہین ہوئی - چنانچہ اسکی جامعیت اور ضرورت پر عالیجناب خان بہادر مولنا مولوی محمد انوار اللہ خان صاحب قبلہ استاد اعلیحضرت بندگان عالی متعالی حضور پرنور ادام اللہ اقبالہٗ و عالیجناب شمس العلماء آنریبل نواب عماد الملک بہادر علامہ سید حسین صاحب بلگرامی و اکثر اہل الرائے فضلاً نے تقریظین بھی لکھی ہین - نمونہ کے طور پر ہم بعض کو ذیل مین درج کرتے ہین -

نقل تقریظ

عالیجناب شمس العلماء آنریبل نواب عماد الدولہ عماد الملک بہادر علامہ سید حسین صاحب بلگرامی

تفسیر روح الایمان فی تشریح آیات القرآن مین مصنف نے بڑی محنت اور ریاضت سے کام لیا ہے - گویا معمولی استعداد کے طلبہ کو مطول و مشکل تفاسیر سے مستغنی کر دیا ہے - تمام وہ مباحث جنکی آیات قرآن مجید کے سمجھنے مین ضرورت ہوتی ہے ———— اس مین موجود ہین - اعراب - حجۃ لغۃ قصص احتمالات سب کے سب اس مین مختصر طور پر موجود ہین فی الواقعہ مولف صاحب اس تفسیر کی تالیف کے ذریعہ قوم کی خدمت بجا لائے ہین کیونکہ کلام مجید کی خدمت قوم کی خدمت ہے -

دستخط

سید حسین عماد الملک -

اعلان



المشتہر مصنف

محمد فتح الدین اذبر رزاق منزل قریب باغ عامہ حیدرآباد دکن

فہرست مضامین کتاب العطایا